



# ہتھیلی پر دل

## حنا اسد۔

کعبے پہ پڑی جب پہلی نظر  
 کیا چیز ہے دنیا بھول گئی۔  
 کیوں ہوش و خرد مفلوج ہوئے  
 دل ذوقِ تماشا بھول گیا  
 پہنچی جب حرم کی چوکھٹ پر  
 اک ابرِ کرم نے گھیر لیا  
 باقی نہ رہا پھر ہوش مجھے  
 کیا مانگا کیا کیا بھول گئی  
 روح دل آنکھیں سیراب ہی نہ ہو پا رہی تھیں۔  
 نگاہیں جیسے اس منظر پر جم سی گئیں تھیں۔  
 آنکھوں نے پہلی بار اتنا حسین منظر جو دیکھا تھا۔ میں اس قابل تو نہ تھی۔

اے خدائے بزرگ و برتر! میرے وہم و گماں میں بھی نہ تھا کہ میرا مقدر مجھے یہاں لے آئے گا۔ میں تیرا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ اے میرے مالک کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا۔

کانوں میں حرم شریف کی اذان نے رس گھولتا تو بے ساختہ اس کے لبوں سے یہ لفظ ادا ہوئے۔ 'شکر الحمد للہ' آپ نے مجھے یہ سننے کا شرف بخشا۔

اک عجب سا روحانی سرور اس کے رگ و پے میں سرایت ہونے لگا۔ موتیوں کی صورت اشک رواں ہوئے اس کی التجاؤں پر۔۔۔۔۔

گناہوں سے لتھڑا ہوا میرا وجود اس قابل نہ تھا کہ اس مقدس زمیں پر میرے ناپاک پاؤں دھرے جاتے۔۔۔۔۔

مگر تیری رحمت کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں کہ تو نے مجھ جیسی۔ گنہگار کو یہ شرف عطا کیا۔

دعا کی شدت میں آنکھیں موندتے ہی ایک شبیہ اس کے آنکھوں کے پردوں پر لہرائی۔ لمحوں میں اس کی روح نے حقیقت سے مجازیت کا سفر طے کیا۔

خدا کے بعد جس کو سجدہ کرنے کی اجازت تھی۔ اسی ہستی کی کمی شدت سے محسوس کی۔ کاش آج اس مقدس فریضے کی ادائیگی میں میرا اصل محرم میرے ساتھ ہوتا۔

اس نے شدتِ دل سے اللہ تعالیٰ کو پکارا!

کہ جب میرے قدم دوبارہ اس پاک پاک سر زمین پر پڑیں تو مجھے اس کا ساتھ میسر ہو۔۔  
دعائیں تو اور بھی بہت سی سوچیں تھیں مگر وہ خود بھی اپنی اس دعا پر شذر رہ گئی۔۔۔۔  
کعبہ شریف کے طواف کے دوران ہر چکر پر غلافِ کعبہ کو چھونے کی تمنا کی۔ آخری چکر پر  
پیچھے سے دھکا لگنے پر اس کا ہاتھ غلافِ کعبہ کو چھو گیا تو اس کی دلی مراد برآئی۔

مدینہ میں بھی عمرہ کے کچھ فرائض کی ادائیگی کرنے کے بعد اس شہر کی گلیوں میں سے  
گزرتے ہوئے اس کے دل میں ایک تشنگی باقی تھی کہ جن گلیوں سے میرے نبی پاک صلی  
اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے تھے کاش میں اس خاک کی خوشبو کو اپنے اندر اتار سکتی!!!

\*\*\*\*\*

خورشید بانو کشمیری گھرانے کی ایک بارعب خاتون تھیں۔

آزادی کی لڑائی نے انہیں بیوگی کا داغ دیا۔

دو بچوں کے ساتھ انہوں نے مہاجر کیمپ کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ عدت پوری ہونے  
پر ان کے بڑے بھائی نے انہیں ایک فوجی افسر ہی کے نکاح میں دے دیا۔ یوں وہ مہاجر  
کیمپ سے ایک فوجی کے گھر کی زینت بن گئیں۔

گزرتے ہوئے وقت نے یہ ثابت کر دیا کہ وہاج احمد ایک اچھے شوہر ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے باپ بھی تھے۔ لیکن ہائے رے زمانہ!

جن سے ان کی خوشی برداشت ہی نہ ہو پائی۔

خورشید بانو کے اپنے ہی بھائیوں نے اس کی بڑی بیٹی کائنات کے تیرہ سال کے ہونے پر یہ بات زبان زد عام کر دی کہ سوتیلا باپ بیٹی کے لیے نامحرم ہے۔

خورشید بانو نے برادری کے فیصلے سے مجبور ہو کر اپنے بڑے بھائی کے دوست

میر شاہزیب سے جو کائنات سے پندرہ سال بڑا تھا اس کے نکاح میں دینے پر رضامند ہو گئیں۔

مکلاوے سے واپسی پر اپنی بیٹی کی بجھی ہوئی صورت دیکھ کر وہ بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گئیں۔ اسی لیے چھوٹی بیٹی حیات کا پڑھائی میں لگاؤ دیکھ کر انہوں نے اس کی شادی کے فیصلے کو فی الحال پس پشت ڈال دینا مناسب سمجھا۔

\*\*\*\*

پچھلے سیشن میں ڈاکٹر حریر نے ہلکے پھلکے سوالات کیے تھے کوئی خاطر خواہ رسپانس نہ ملنے پر اس نے اس بار شیران کو ہنپاٹا کر کرنے کا سوچا۔۔۔

اس کے گہری نیند میں جاتے ہی ڈاکٹر حریر نے سوال پوچھنے شروع کیے۔۔۔

آپ کے بابا کا کیا نام ہے؟

میرے بابا کا نام - - - - وہ کچھ لمحے رکا پھر بولا۔

میر شاہزیب۔

اور آپ کی ماما؟

کائنات میر اس نے جھٹ سے ان کا نام بتایا۔

ان کا نام لیتے ہی اس کے چہرے پر بہت خوبصورت سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ -

آپ کے ماما بابا آپ سے پیار کرتے تھے؟؟

میری ماما مجھ سے بہت پیار کرتی تھیں۔ - - -

اور بابا؟ حریہ نے پوچھا

وہ بھی۔ - - -

آپ کے گھر میں اور کون کون تھا؟

میرے گھر میں اس نے اپنے دماغ پر زور ڈالا۔

اچانک اس کے چہرے پر تناؤ بڑھا اور ماتھا پر شکن ہوا۔ - - - -

آپ کے گھر کے باقی لوگ آپ سے پیار کرتے تھے؟

نہیں ان میں سے کوئی بھی مجھ سے پیار نہیں کرتا تھا۔ - -

وہ تیز آواز میں چلایا۔۔۔۔۔

وہ سب مجھے مارتے پیٹتے تھے اور سارا دن گھر کے کام کرواتے تھے  
تایا جان دکان کے کام کرواتے جب تایا جان مارکیٹ جاتے اور مجھے وہاں بٹھا کر  
جاتے تو۔۔۔۔۔ وہ پھر چند ثانیے خاموش رہا۔۔۔

نصرت میر نے دروازے کی اوٹ سے باہر جھانکا۔۔۔۔

سامنے والی دکان پر اپنے بڑے بھائی کو نثار دپایا۔۔۔

شش۔۔۔ شش۔۔۔ اسے ہلکے ہلکے نام لیے بغیر اپنی طرف متوجہ کرنے لگیں۔  
اے نکمے! ادھر دیکھ تجھے بلارہی ہوں۔

اس نے دیکھا کہ اس کی پھپھو اسے چلا رہی ہیں تو بھاگ کر ان کے پاس پہنچا۔  
اپنے تایا کے آنے سے پہلے مجھے شیمپو، بادام اور کچھ اچھی اچھی کھانے کی چیزیں دے  
جلدی ہاتھ چلا انہوں نے اسے حکم دیا۔  
www.urduNovelsMania.com

مگر پھپھو!!! کسی سے پوچھے بغیر چیزیں لینا تو چوری کے زمرے میں آتا ہے اس نے  
معصومیت سے کہا۔

بڑی تیری زبان چلن رہی ہے۔ کاٹ کے رکھ دوں گی اگر یہ میرے آگے مزید چلی۔  
حل جلدی کر جو میں نے کہا ہے ورنہ آج رات کا کھانا بھول جا۔۔۔۔



پڑا رہے گا اس تھڑے پر بھوکا پیاسا انہوں نے اپنے تئیں اسے دھمکی دی۔۔

اس نے جلدی سے سارا سامان نکال کر ان کے حوالے کیا۔

اور جاتے ہوئے کچھ یاد آنے پر پیچھے مڑ کر بولیں

اور ہاں کسی کے سامنے میرا نام لیا تو تھڑی ادھیڑ کر رکھ دوں گی۔

وہ جاتے ہوئے اسے دھمکی دینا نہ بھولیں۔

کچھ دیر بعد جب میر جہانزیب واپس آیا تو اس نے دکان کے سامان پر تفصیلی جانچتی ہوئی نظر دوڑائیں۔۔۔

وہ جو حد درجے کی کمینہی نضلت کا مالک تھا تھا اور چیز کو ہزار بار گن گن کر رکھتا تھا دکان میں

سے جب کچھ چیزیں غائب ملیں تو اس نے اس معصوم کے گریبان کو تھام کر اسے جھٹکا

دیا۔۔۔

بتانجھے کدھر گیا سامان؟

کا کمزور موجود ڈر سے تھر تھر کانپنے لگا

تو نے بیچا تو نہیں؟ غلے میں تو کوئی پیسہ نہیں۔۔۔



کہیں اپنی جیب میں تو نہیں ڈالا انہوں نے اس کی قمیض کی جیب کی تلاشی لی مگر خالی جیب دیکھ کر مزید طیش میں آئے اور اس کی قمیض بھی جگہ جگہ سے پھاڑ دی بتا کہ ہر ہیں چیزیں؟ ورنہ آج میں تیری جان لے لوں گا...

وہ کیا کرتا؟ بتاتا تو پھوپھو جان سے مار پڑتی اور نہ بتاتا تو تایا جان سے آگے کنواں تو پیچھے کھائی'

اس نے زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکالا خاموشی سے اپنا سر جھکائے وہیں کھڑا رہا انہوں نے اپنی دکان کا فرش دھونے کے لئے جو پائپ رکھا ہوا تھا وہی اپنے ہاتھوں میں لیا اور اسے پائپ سے مارنے لگے۔

پائپ اپنے جسم پر پڑتے ہوئے اس کے جسم میں درد کی شدید لہر دوڑی۔۔۔ سارے جسم کا خون منجمد ہوتا ہوا محسوس ہوا۔

اپنا سارا غصہ نکالنے کے بعد جب اس کی جان بخشی تو وہ نڈھال ہو کر وہیں فرش پر اوندھے منہ گرا۔۔۔

جسم پر جا بجا ایسے نیل کے نشانات تو پہلے بھی موجود تھے آج ان میں بس اضافہ ہی ہوا تھا۔ بس تب سے مجھ پر چور ہونے کا دھبہ بھی لگ گیا۔

\*\*\*\*

نیم اندھیرے میں ملجی سی روشنی میں اسے بمشکل اپنا آپ دکھائی دے رہا تھا۔۔۔

کمرے کے روشندان سے آتی چاند کی روشنی کمرے میں پھیل ہوئی تھی۔

اس کی بھوری کانچ سی آنکھوں میں شعلے ہلکورے لے رہے تھے۔ پوری زندگی میں آج اسے بے بسی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

اپنے ماں باپ سے دور۔۔۔۔

کیا دوپل کی خوشیاں بھی میرے مقدر میں نہیں تھیں؟

کیا کروں جس کی جستجو کی اس کامل کریوں پچھڑ جانا۔۔۔ جو میرے دل دھڑکنے کی وجہ بنی تھی۔

مجھے پورا یقین ہے خود پر میں اس حاصل کر کے رہوں گا۔

www.urdu novelsmania.com

محبت انسان کو بے بس کر دیتی ہے  
محبت ایسا احساس ہے جس میں دل ایک بار کسی سے بندھ جائے تو اس سے کبھی جان ہی نہ چھڑوا سکو گے۔

محبت آگ کی صورت ہوتی ہے کسی کے من میں یہ لگ جائے تو اسے خاک کیے بنا نہیں چھوڑتی۔

آنکھیں بند کر کے تمہاری موجودگی کو محسوس کرنے کے سوا میرے پاس تم سے ملنے کا کوئی راستہ نہیں۔

کیا میں اکیلا ہی اس راہ کا مسافر ہوں؟

دل گمشدہ! کبھی مل ذرا

مجھے وقت دے میری بات سن

میری حالتوں کو تو دیکھ لے

مجھے اپنا حال بتا کبھی

کبھی پاس آ! کبھی مل سہی

میرا حال پوچھ بتا مجھے

میرے کس گناہ کی سزا ہے یہ۔۔۔؟

تو جنوں ساز بھی خود بنا

میری وجہ عشق یقین تیرا

ملایا رہی تو، تیرے سبب

وہ گیا تو، تو بھی چلا گیا

دل گمشدہ؟؟؟ یہ وفا ہے کیا۔۔۔؟

اسے کس ادا میں لکھوں بتا؟

اسے قسمتوں کا شمر لکھوں۔۔۔؟

یا لکھوں میں اس کو کوئی سزا۔۔؟

دل گمشدہ! دل گمشدہ

اس نے زندگی میں پہلی بار دل سے کوئی خواہش کی تھی جسے اس کے مہربان رب نے بن مانگے ہی عطا کر دیا۔

جب ملک ارزم توحید کے دل میں اسے دیکھ کر احساسِ محبت جاگا تو پہلی ہی فرصت میں اس نے اپنے دل میں بجے سازِ محبت پر ہی اسے اپنا محرم بنانے کا سوچ لیا۔

نکاح آدھا دین ہے جب کسی نامحرم لڑکی پر نگاہِ محبت ڈالو تو پھر اسے بیوی بنانے کی ہمت بھی رکھو، اور یہی ہمت ملک ارزم توحید نے بھی کی۔۔۔

جب سے ارزم نے اسے اپنے گھر میں ہوئے میلاد میں قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے سنا تھا اس کی آواز سن کر بے اختیار اس کے قدم اس کی جانب بڑھے۔

دل نے خواہش کی اس مترنم اور پرسرور آواز کی مالک شخصیت کو دیکھنے کی۔۔۔

مگر اس نے یہ خواہش دل میں ہی

دباتے ہوئے اپنے قدم واپس لیے۔

اور اس نے فریش ہونے کی غرض سے اپنے کمرے میں جانے کی بجائے اپنی ماما کے کمرے میں جا کر وہاں ہی فریش ہونے کا سوچا۔ کیونکہ اس کا کمرہ اوپری منزل پر تھا اور وہاں جانے کا راستہ فی الحال وہ استعمال نہیں کر سکتا تھا کیونکہ باہر لاونج میں ہی قالین بچھا کر میلاد کا اہتمام کیا گیا تھا

\*\*\*\*\*

سخت گرمی کے باعث اور واعظ ختم ہونے کے بعد تو اور بھی اس کا گلاسو کھنے لگا۔ اسے نے جو شرعی حجاب کیا ہوا تھا وہ بھی ڈھیلا پڑتا ہوا محسوس ہوا تو اس نے حیات بیگم کے پاس آتے ہی کہا

آنٹی پلیز مجھے اپنا حجاب درست کرنا ہے اور مجھے پیاس بھی لگی ہے اس نے جھجھکتے ہوئے انہیں کہا۔

آؤ تم میرے روم میں ٹھیک کر لو میں کسی سے کہہ کر پانی بھی بھجواتی ہوں۔ انہوں نے اپنے روم کا دروازہ کھولتے ہوئے اسے اندر جانے کا کہا اور خود پانی کا کہنے کے لیے چلی گئیں۔ کمرے میں آتے ہی اسے کمرے میں ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ شاید کمرے میں لگے ائیر کنڈیشن کی وجہ سے اس نے سوچا

اور اپنا حجاب چہرے سے ہٹایا ہی تھا کہ حیات بیگم

اپنے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا مے اس کی طرف بڑھیں۔۔۔

اسے کے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ ٹھٹھک کر رکیں

اس کے چہرے میں انہیں کسی بہت اپنے کی سی شبہات محسوس ہوئی۔

ارزم جو فریش ہو کر واش روم سے باہر نکل رہا تھا شیشے میں اسے ایک پری ویش کا پر نور

چہرہ نظر آتے ہی جیسے ساکت ہوا۔ غزالی آنکھیں، کھڑی ستواں ناک اور اس میں چمکتا

لونگ جو اسکی توجہ اپنی جانب مبذول کرنے کا باعث بن رہا تھا۔

یہ لے لو بیٹا یہ ہدیہ ہے انہیں نے کچھ لمحوں بعد کچھ روپے اس کیمٹھی میں دبائے۔۔۔۔۔

نہیں آنٹی میں یہ سب نہیں لے سکتی میں تو بس بابا جان کے کہنے پر یہاں آئی تھی۔

اس نے بولنے کے لیے جب اپنے شنگرفی لب وا کئے تو اس کی دل سوز آواز کو ارزم نے

پہلے لمحے میں ہی پہچان لیا۔

اوہ۔۔۔۔۔ تو تلاوت کرنے والی آواز انہیں کی تھی۔

وہ واپس واش روم میں ہی بند ہو گیا

اس نے پانی پی کر اپنا حجاب ٹھیک کیا پھر حیات بیگم کے ساتھ ہی کمرے سے باہر نکل

گئی۔

اسے دیکھتے ہی اپنے لئے نیک و پرہیزگار ہم سفر کی دل میں دبی امنگ نے سر اٹھایا وہ چہرہ اس کے دل میں منقش ہو کر رہ گیا۔

اس نے اپنی دلی خواہش سے اپنی والدہ کو آگاہ کیا۔

\*\*\*\*\*

پندرہ دن بعد جب اس کا دوسرا سیشن تھا۔

ڈاکٹر حریرہ آج پر اعتماد تھیں۔ کہ ان کا پیشنہ ان سے اب تعاون کرنے لگا تھا۔ آج کے کے سوالات کی لسٹ ہاتھ میں تھا مے ہوئے تھی جس کی تیاری اس نے رات بھر کی تھی آپ یہ بتائیں کہ آپ کا فیورٹ سیمیکٹ کون سا ہے؟

میں اور سکول۔۔۔۔۔ وہ طنزیہ انداز میں ہنسا

پھر اس کے چہرے پر مایوسی پھیلی۔۔۔۔۔

مفت میں ملے غلام کو بھی کبھی کوئی سکول بھیجتا ہے؟

مگر گھر میں جب ٹیچر آ کر سب بچوں کو پڑھاتی تھی تو میں باہر بیٹھا ان کے ایک ایک لفظ کو غور سے سنتا تھا

ان کا بولا گیا ایک ایک لفظ مجھے ازبر ہے۔



سب بچے انہیں بہت تنگ کرتے تھے پڑھائی میں بالکل نہ لائق تھے میں نے سکول نہ جا کر بھی بہت کچھ سیکھ لیا۔۔

آپ نے پہلے مجھے اپنی چوری کرنے کی بات بتائی تھی۔

پھر تو آپ نے چھوٹی موٹی بہت سی چوریاں کیں ہوں گیں۔

میں کرتا تو نہیں تھا مگر مجھ سے کروائی جاتی تھی پھر آہستہ آہستہ میں اس چیز کا عادی ہوتا گیا جو کام مجھ سے کروایا جاتا تو کیوں نہ چوری کر کے میں اپنا پیٹ بھرتا۔

آپ شادی شدہ؟

اس سے ایک اور سوال کیا

کیا آپ کو شادی کے لیے کسی نے نہیں کہا؟

کہا تھا۔۔۔۔۔ وہ استہزیاء ہنسا۔۔۔۔۔

دارالامان کی ایک لڑکی سے شادی کروانے کا کہہ رہے تھے۔ جس کے آگے پیچھے کوئی نہ ہو اور وہ بھی آکر میرے ساتھ اس گھر میں رہنے والوں کی چاکری کرے تاکہ انہیں ایک اور مستقل غلام مل جائے۔

مگر میں نے انکار کر دیا۔

پھر کیا کیا ان لوگوں نے آپ کے ساتھ؟

انہوں نے۔۔۔۔۔ یہ کہتے ہوئے کچھ دیر بعد اس نے اپنی آنکھیں کھولیں جو درد و کرب کی وجہ سے سرخی مائل تھیں۔ شاید یہ سرخ ڈوروں والی سیاہ آنکھیں اپنے اندر بے بہا درد سموئے ہوئے تھیں۔۔۔

\*\*\*\*

وہ سرخ عروسی لباس زیب تن کیے آرائش و زیبائش سے مزین اپنے دو آتشہ روپ سے چاند تاروں کو بھی حسد کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔  
اپنے بابا کے کمرے میں آتے ہی بھاگ کر ان کے سینے سے لگی۔  
جس باپ نے اپنی بیٹی کو اتنے نازوں سے پالا آج اس سے بچھڑنے کی ساعت آن پہنچی تھی۔

انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے اپنے پاس بٹھایا۔  
دیکھو بیٹا تم ایک غریب انسان کی بیٹی ہو اور اللہ نے تمہارے نصیب میں محلوں میں رہنا لکھ دیا۔ انہوں نے اسے لہجے میں نرمی سموئے اپنی بات کا آغاز کیا۔  
آج میں تمہیں کچھ باتیں سمجھانا چاہتا ہوں ہو میری ان باتوں کو ہمیشہ یاد رکھنا وہاں جا کر ہمیشہ بڑوں کا احترام کرنا۔

گھر کے کسی فرد سے کوئی ان بن ہو بھی جائے تو اس سے بھی پیار سے جواب دینا۔

شوہر پر کبھی غصہ نہ کرنا۔

وہاں موجود ملازموں کو کبھی اپنے سے نیچے کا درجہ نہ دینا۔

وہاں جا کر تمہیں جو عزت اور مرتبہ ملے اس پر کبھی غور نہ کرنا۔

عورت اگر اگر نرمی اور سخاوت عورت کا مظاہرہ کرے تو گھر جنت بن جاتا ہے اور اگر وہ

ہر بات پر ضد اور من مانی کرے تو گھر کا شیرازہ بکھرنے میں لمحہ بھی نہیں لگتا۔

مجھے اپنی بیٹی پر پورا یقین ہے کہ وہ اپنے باپ کا سر کبھی بھی شرمندگی سے جھکنے نہیں دے گی انہوں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مان بھرے لہجے میں کہا

\*\*\*\*\*

اللہ کا ذکر روح میں سکون بھر دیتا ہے۔ اگر ہم ایک بار اسے راضی کر لیں تو دل پر سکون ہو جاتا ہے۔

وہ رب تو غفور و رحیم ہے۔ اگر ہم راضی برضا اللہ چلیں تو وہ ہماری مشکلات کا حل ایسے

نکال دیتا ہے کہ جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

قصر ملک میں دولت کی ریل پیل تھی۔ ملک ارزم توحید اس گھر کا اکلوتا چشم و چراغ منہ میں

سونے کا چمچ لے کر پیدا ہونے کے باوجود اسے مغروریت چھو کر بھی نہ گزری تھی۔

وہ نہایت ہی ادب و آداب رکھنے والا، صوم و صلوٰۃ کا پابند تھا۔ عجز و انکساری اس کی شخصیت کا خاصہ تھی۔

عمر 26 سال، 5 فٹ 11 انچ قد و ورزی جسامت و مکتی صاف رنگت، تعلیمی قابلیت MBA اپنے خاندانی بزنس کو جب سے اس نے سنبھالا تھا اسے مزید اونچائیوں پر پہنچا دیا تھا۔

ملک کنسٹرکشنز کو ملک ارزم توحید کی محنت نے بزنس کی دنیا میں ایک نیا مقام دیا۔ اس کے والدین ملک جنید اور حیات بیگم دونوں امام صاحب کے گھرانے کی بیٹی کا ہاتھ مانگنے گئے تو امام صاحب نے ان کی خاندانی شرافت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس رشتے کے لیے حامی بھر لی۔

آج اس کی محبت ہمیشہ کے لیے اس کے نام ہونے جا رہی تھی۔ آج اس کا نکاح تھا امام صاحب کی بیٹی سے۔

کبرڈ میں ان گنت رائل ٹیگ کے برینڈڈ سوٹ ہونے کے باوجود بھی اس نے نکاحِ سادگی کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے لے سفید لٹھے کی شلوار قمیض پر بلیک واسکٹ کا انتخاب کیا۔

شاہر لینے کے بعد وہ ڈریسر کے سامنے کھڑا اپنی تیاری کے آخری مراحل میں بالوں کو جیل سے سیٹ کر رہا تھا۔ آج مسکراہٹ اس کے لبوں سے جدا ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

\*\*

امام صاحب کے گھر کے سامنے اس کی چھماتی لینڈ کروزر رکھتے ہی اس نے اپنی قدم اس میں سے باہر نکالے۔۔۔

گھر کی ٹیرس پر موجود لڑکیوں میں سے ایک پری بھی تھی۔ وہ ابھی سادہ سے حلیے میں تھی۔ وہ آنے والے کی شاندار سحر انگیز پرسنالٹی دیکھ کر چونکی۔۔۔۔

اس کے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔ شاید دو لمبے کودیکھنے کے اشتیاق میں ہی سب دوستیں وہاں جمع ہوئیں تھیں۔

\*\*\*\*

نیناں نے دروازہ کھولا تو اس کی چھوٹی بہن پری اندر آئی۔

آپی یہ دیکھیں یہ تحفہ میری طرف سے آپ کے لیے۔

ایک خوبصورت چادر اس کی طرف بڑھائی۔ جس پر شیشے اور دھاگوں کا کام کیا گیا تھا خاص

آپ کی رخصتی کے لئے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہے اس نے کہا

اچھا ہوا پری تم یہاں آگئی نیناں نے کا اس کا ہاتھ تھاما  
دیکھو میری پیاری سی بہن مجھے تمہاری ضرورت ہے اس نے خوشامدی لہجے میں کہا  
پری اچنبھے سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔۔۔۔

مجھے کچھ دیر کے لیے یہاں سے جانا ہو گا ایک بہت ہی ضروری کام ہے۔  
آپی آپ کی شادی سے بھی ضروری کام اور کیا ہو گا آپ کو؟ اس نے سوالیہ انداز میں کہا  
تم پلیز کچھ دیر کے لیے یہ چادر اوڑھ کر بیٹھ جاؤ۔ میں یہ شادی کسی صورت میں نہیں کر  
سکتی۔ جلدی کرو اس سے پہلے کہ کوئی اندر آ جائے۔ اس نے ہڑبڑی میں کہا۔

لیکن آپی میں ایسے کیسے؟ پلیز میں یہ سب نہیں کرنے والی۔۔۔  
وہ کمرے سے باہر نکلنے لگی تو نیناں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر واپس کھینچا۔۔۔۔  
ٹھیک ہے پھر تم جاؤ تمہارے پیچھے پیچھے میں بھی باہر آتی ہوں۔

اور سب کے سامنے جا کر کہوں گی کہ میں یہ شادی نہیں کر سکتی پھر کیا عزت رہ جائے گی بابا  
کی اس محلے میں؟ اس نے اپنے تئیں اسے دھمکی دے کر ڈرایا۔

وہ نیناں کے چہرے کے تنے نقوش دیکھتے ہوئے اس کے پختہ ارادے جان چکی تھی۔۔  
میں واش روم میں چھپ جاتی ہوں۔ دیکھو مجھے ابھی ان شادی وادی کے چکروں میں نہیں  
پڑنا۔

میری پیاری بہن نہیں پلیز میری جگہ تم یہ شادی کر لو نہ۔۔۔ اس نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے

باہر سے دروازہ کھٹکنے کی آواز آئی تو نیناں نے پری کی ہی لائی ہوئی بڑی سی چادر اس کے گرد پھیلائی۔ جس نے اس کے پورے وجود کو ڈھانپ دیا تھا۔

\*\*\*\*\*

نیناں بنت امین علی کیا آپ کو  
ملک ارزم توحید ولد ملک جنید  
بعض حق مہر

50 لاکھ روپے سکے

راج الوقت اپنے نکاح

"میں قبول ہے"

www.urdu novels mania.com

نکاح پڑھوانے والے جامع مسجد کے امام تھے۔

انہوں نے دوسری مرتبہ یہ الفاظ دہرائے تو وہ خاموش رہی۔

تیسری بار جب انہوں نے اپنے وہی الفاظ واپس دہرائے تو پھر بھی اس کی خاموشی نہ ٹوٹی۔



پاس کھڑے امین صاحب نے اس کے سر پر اپنا دست شفقت رکھتے ہوئے جیسے اسے بولنے کا اشارہ دیا۔

اس نے ہولے سے اپنا سر اثبات میں ہلا دیا۔  
آنسو لڑیوں کی مانند اس کی آنکھوں سے رواں ہوتے ہوئے اس کی گود میں دھرے اس کے اپنے ہی ہاتھوں پر گرنے لگے۔۔۔۔۔

\*\*\*\*

اس کی دوست صبا زہرا نے اسے آواز دی۔۔  
وہ جو گنبدِ خضریٰ کے سائے میں بیٹھ کر گہری سوچ میں گم تھی اپنے حال میں لوٹ آئی۔  
اگر تمہاری نماز ہو گئی ہو تو ہمیں زیارتوں پر بھی جانا ہے۔ اس نے کہا  
صبا پلیمز آج کی رات کا وقت دے دو یہاں سے جانے کا ابھی من ہی نہیں کر رہا ہے کل صبح  
منکلیں گے اس نے التجا یہ لہجے میں کہا تو صبا زہرا اس کی بات مانتے ہوئے واپس پلٹ  
گئی۔۔۔

سوچوں کا تسلسل وہیں سے جڑ گیا جہاں سے ٹوٹا تھا اللہ پاک آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے اتنی مخلص دوست سے نوازا تھا جس نے میری اس وقت مدد کی تھی جب میں تنہا تھی اور پوری طرح ٹوٹ چکی تھی۔

\*\*\*\*\*

لاہور کے جامعہ اشرفیہ کے ہاسٹل میں رہتے ہوئے اسے سے ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ وہ حافظِ قرآن تھی۔ قرآن پاک کا ترجمہ و تفسیر کا مکمل کورس کر رکھا تھا۔ اس دن جب وہ گھر سے در بدر ہوئی، اس نے اپنی ایک دوست سے مدد لی۔ جس نے اس کا انتظام اپنے ایک جاننے والے کے توسط سے جامع اشرفیہ میں کروادیا تھا۔ بس اسی دن سے وہ اس مدرسہ میں استاد کے منصب پر فائز ہو گئی۔ اور وہیں رہنے لگی۔

اسے آج بھی وہ دن اچھی طرح سے یاد تھا۔

جب اس کے گھر میں سے ڈولی اٹھنے کی بجائے اس کا بابا امام امین علی کا جنازہ اٹھا تھا

حلق میں جیسے آنسوؤں کا گولہ اٹک کر رہ گیا ہو۔۔۔۔۔

"قبول ہے"

خشک پھڑپھڑاتے لبوں سے بمشکل اس فی یہ الفاظ ادا کیے۔۔۔۔۔

مولوی صاحب فی پیرزاس کے آگے کیے تو اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اس پر اپنے دستخط کیے۔

یہ سب کرتے وقت اس پر جو قیامت گزر رہی تھی وہ اسے کسی سے بیاں بھی نہیں کر سکتی تھی۔

اس کے بابا اور کمرے میں موجود چند افراد کے باہر چلے جانے کے بعد اس کی نانی اماں صفیہ بیگم نے اس پر پڑی چادر ایک جھٹکے سے کھینچ کر اتاری۔۔۔۔۔ جس چادر نے اس کے وجود کو پوری طرح خود میں چھپا رکھا تھا۔۔۔۔۔

تو یہاں نیناں کی جگہ کیا کر رہی ہے؟

کہاں چھپایا ہے تو اس کو؟ وہ اپنی گرجدار آواز میں بولیں۔

میں نے کچھ بھی نہیں کیا آپ کی کو؟ اس ان کے سامنے منمناتے ہوئے کہا۔

وہ آپ۔۔۔۔۔ اس نے بند و اش روم کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے اشارہ کیا

اس نے ہلکی آواز میں ڈرتے ہوئے انہیں تفصیل سے بتانا چاہا۔۔۔ مگر

تیری ہمت بھی کیسے ہوئی میری نواسی کی جگہ لینے کی لاوارث کہیں کی۔۔۔

جانے کس کے گند کی پوٹلی ہے تو جبے انہوں نے ایک لمحہ بھی برداشت نہ کیا۔۔ اور تجھے مسجد کے دروازے پر چھوڑ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔ جانے میرے بچے کو کیا سوچھی اس مصیبت کو ہمیشہ کے لیے ہمارے سروں پر مونگ دلنے اس گھر میں لے آیا۔  
منحوس ماری۔۔۔۔۔۔ انہوں نے اس کے بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑتے ہوئے زور سے جھٹکا دیا۔

تو نے اگر میری بچی کی زندگی میں کوئی بھی گڑبڑ کی تو میں تیری جان لے لوں گی۔  
باقی کی بات انہوں نے کمر پر ہاتھ رکھ کر ہانپتے ہوئے مکمل کی۔

\*\*\*\*\*

کچھ ہی لمحوں بعد انہوں نے جا کر واش روم کا دروازہ کھولا تو  
نیناں باہر آئی۔۔۔

کیوں غائب تھی تو؟؟؟ تجھے پتا ہے تیری غیر موجودگی میں اس منحوس کا نکاح ارزم سے ہو گیا ہے۔

خس کم جہاں پاک۔۔۔۔۔ نیناں نے دل میں اپنی جان چھوٹ جانے کا شکر ادا کیا۔  
نانی اماں میں وہ اس نے مجھے واش روم میں زبردستی بھیج دیا تھا اور خود میری جگہ بیٹھ  
گئی۔ اس نے فوراً بہانہ گھڑا۔

چل دے اسے چادر باہر سب رخصتی کا انتظار کر رہے ہیں۔ انہوں نے پری سے چادر لینا چاہی۔

۔ مگر نانی اماں نکاح تو میرا ہوا ہے۔ آپ کی بغیر نکاح رخصتی بہت بڑے گناہ کے ذمے میں آتا ہے۔

اپنے یہ واعظ کہیں اور جا کر سناؤ بی بی یہاں تمہاری دال نہیں گلنے والی نیناں نے بھی نانی اماں کا ساتھ دیتے ہوئے کہا۔

پیارے بہنا تم سمجھتی کیوں نہیں نکاح نامے پر نام تو میرا ہے نہ۔۔۔ نانی اماں کے غصے کے ڈر سے ان کی سائیڈ لیتے ہوئے نیناں بولی۔

نانی اماں کے ہاتھ کا ایک زوردار طمانچہ پڑتے ہی اس کے حواس سن ہوئے اور آنکھوں میں پانی جمع ہونا شروع ہو گیا۔ پری نے اپنی دھندلائی آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھا۔ اپنی یہ منحوس زبان بند رکھنا۔۔۔

یہ سر پر لو چادر اور چلو باہر تم۔۔۔ انہوں نے نیناں سے کہا

امین علی جو رخصتی کے لیے نیناں کو

لینے کے لیے آ رہے تھے۔ اندر موجود پری پر ہو رہی زیادتی اور اپنی بیٹی کی اس نازیبا حرکت پر دل برداشتہ ہوئے۔

آج انہیں اپنی ریاضت بے کار لگی جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کی تھی۔ اتنے سالوں سے بے آسرا اور یتیم بچی کو پناہ دیئے ہوئے تھے۔ اپنوں کے ہاتھوں ہی اسے زلیل و خوار ہوتا دیکھ اور دین کا اس طرح مزاق اڑتا دیکھ وہ اپنے سینے میں اٹھتے شدید درد کی تاب نہ لاتے ہوئے وہیں گر گئے۔

شور کی آواز سن کر جب وہ سب باہر آئیں۔ پری نے آگے بڑھ کر ان کی نبض ٹٹول کر دیکھی تو تب تک ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ خوشیوں سے بھرے ماحول میں سو گواہی پھیل گئی۔

خوشیوں کے گوارے سے چند لمحوں میں یہ گھر ماتم کدہ بن گیا۔۔۔

ملک ارزم اور ملک جنید نے ہی تدفین کے تمام معاملات سنبھالے۔۔۔۔۔  
امین علی کی وفات کے چند دن بعد ہی صفیہ بیگم نے اسے دھک مار کر گھر سے نکال دیا تھا۔  
اے خدائے بزرگ و برتر کیا اس دنیا میں میرے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں؟  
اے اللہ پاک کیا میرا کوئی گھر نہیں؟

پیدا ہوئی تو والدین نے مجھے خود سے الگ کر کے میری ذات کو بے نشان کر دیا۔۔۔۔۔  
اور پھر جس گھر میں اپنی زندگی گزاری وہاں بھی میرے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔  
کیا کبھی بھی مجھے کوئی گھر نہیں مل پائے گا۔

میں آپ سے شکوہ نہیں کر رہی مگر میں کیا کروں؟ وہ سسکنے لگی۔۔۔۔۔  
 آنسو تھے کے رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ درد کی شدید لہر اس کے پورے وجود  
 میں سرایت کرتی ہوئی محسوس ہوئی۔

میں آپ کی بدنامی کا باعث نہیں بننا چاہتی تھی۔ بس اسی لیے بنا سوچے سمجھے نکاح کر لیا  
 مجھے آپ کو بتانا چاہیے تھا۔۔۔ میں خاموش رہی یہی میری سب سے بڑی غلطی تھی۔ وہ  
 دل ہی دل میں خود کو کوس رہی تھی۔  
 ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجیے گا بابا۔

اس نے کرب سے اپنی آنکھیں میچ لیں۔ آپ نے کبھی مجھے میرے حقیقی والدین کی کسی  
 محسوس نہیں ہونے دی۔

وہ بچپن سے ہی صفیہ بیگم کے خود کے لیے حرام کی اولاد کے طعنے سنتے آئی تھی۔ کیا وہ  
 ہمیشہ یہ سنتے رہے گی؟؟؟

وہ اپنا غم بھلائے اٹھ کر با وضو ہوئی اور اپنے بابا کی روح کے ایصالِ ثواب کیلئے قرآنی  
 آیات اور مسنون دعاؤں کا ورد کرنے لگی۔۔۔۔۔

\*\*\*\*\*



ملک صاحب دیکھیں ارزم صبح کا نیناں کو لینے گیا ہے ابھی تک واپس نہیں آیا حیات بیگم نے انہیں پریشانی سے بتایا۔

آپ فون کر کے پوچھ لیں اس سے اور کتنا وقت لگے گا۔

میں کئی بار فون کر چکی ہوں مگر اس کا نمبر مسلسل بند جا رہا ہے۔ انہوں نے بے چینی سے ادھر ادھر چلنا شروع کر دیا۔

میں پتہ کرواتا ہوں انہوں نے امام صاحب کے گھر کا نمبر ملا کروہاں سے ارزم کی واپسی کے بارے میں پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ صبح ہی گھر سے بنائیناں کو لیے اکیلا ہی چلا گیا تھا۔ انہوں نے آفس میں کال ملا کروہاں سے اس کے بارے میں پتہ کروایا۔

مگر وہاں بھی ارزم آج گیا ہی نہیں تھا۔ سب دوستوں اور رشتہ داروں کے گھر بھی فون کر کے اس کے بارے میں پتہ کروایا مگر کہیں سے بھی اس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چل سکا۔

\*\*\*\*\*

کائنات کی شادی کے پانچ سال گزرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے جب اسے اپنی رحمت سے نوازنا تو اس کی ساس کی زبان دودھاری تلوار کی طرح اسے روز زخمی کرتی۔ خالی برتن کا طعنہ سنتے سنتے اس کی تروتازگی وقت سے پہلے ہی ڈھلنے لگی

شوہر کی بھی دلچسپی اس میں سے ختم ہوتی گئی۔ وہ ہر وقت بجھی بجھی رہنے لگی انہی دنوں اس کی زندگی میں اس کی بہن حیات کی شادی کی خبر بہار کا جھونکا بن کر آئی۔ مگر ساس کی کڑی شرط سنتے ہی اس کے اعصاب ڈھیلے پڑنے لگے۔ لیکن بہن کی محبت کے آگے ہر چیز میں بے مول تھی اس نے اپنی اپنی بہن کی شادی میں شمولیت کے لیے اپنی ساس کی بات مان لی اور اپنے جمیز کا سارا سامان اپنی نند مسرت کی شادی میں دینے کا عہد کر لیا۔

حیات کی شادی میں ڈھولک بجاتے ہوئے اس کے چہرے کی لالی واپس لوٹی دیکھ کر اس کا مرکزی خدا میر شاہزیب ٹھٹھا کا۔۔۔

شک کے ناک نے تب سر اٹھایا جب کئی عورتوں نے اس کی موہنی صورت حیات کی شادی میں دیکھ کر اس کا ہاتھ مانگا۔۔۔

بہن کو رخصت ہوتے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے اور بھی نمایاں ہو رہے تھے۔

\*\*\*\*\*

بستر پر لیٹے رات کے اندھیرے میں بھی اسے اپنی کی گئی غلطیاں آج پھر سے یاد آرہی تھیں۔۔۔

کاش میں پری پر الزام نہ لگاتی۔۔۔

کاش میں نانی اماں کے سامنے جھوٹ نہ بولتی۔

میرے اس ایک غلط قدم سے میرے بابا جان کی جان چلی گئی۔

پری بے گھر ہو گئی۔

ارزم بھی مجھے چھوڑ گیا۔۔۔

میں نے ہر بار جھوٹ بولا۔۔۔۔

اللہ پاک مجھے میری کوتاہیوں پر معاف کر دیں۔۔۔۔

پچھتاوے کے آنسو اس کی آنکھوں سے بہنے لگے۔۔۔

\*\*\*\*

ارزم کی گمشدگی کو چھ ماہ گزر چکے تھے۔

اس دوران ملک جنید نے اپنے بیٹے کی پولیس اسٹیشن میں گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی مگر انہیں بھی اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔

تھک ہار کر انہوں نے ہر طرح کے اخبار میں بھی اس کی گمشدگی کا اشتہار دے دیا کہ جس کو بھی اس کے بارے میں پتہ چلے تو اس پتے اور نمبر پر رابطہ کیا جائے اور ڈھونڈنے والے کے لیے انعامی رقم بھی مختص کی۔

آج اتنے عرصے میں پہلی بار انہیں ایک کال موصول ہوئی جس میں ایک سرکاری ہسپتال میں ان کے بیٹے کی موجودگی کے بارے میں پتہ چلا تو وہ ایک لمحے کی بھی تاخیر کیے بنا ہی لاہور سے کراچی کا سفر طے کرتے ہوئے اس پتے پر پہنچے۔

بستر پر پڑے ارزم کے نیم مردہ وجود کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے تو ان کے قدم لرزکھڑائے۔

جسم کے کافی اعضاء پٹیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔

اور وہ ہوش و حواس سے بیگانہ آنکھیں موندے بستر پر چت لیٹا ہوا تھا۔

وہ اس کے قریب آئے اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا ان کی آنکھ سے آنسو نکل کر اس پر گرا۔

یہ سب کیا ہو گیا میرے بچے کے ساتھ اس نے تو کبھی کسی کا برا نہیں چاہا۔

انہوں نے اس کا علاج کرنے والے ڈاکٹر کے پاس جا کر اس کی کنڈیشن کے بارے میں

جاننا چاہا۔

دیکھیں مسٹر ڈاکٹر نے کہا۔

میرا نام ملک جنید ہے۔ انہوں نے اپنا تعارف کروایا۔

اچھا تو جنید صاحب پیشنٹ پر کافی ٹارچر کیا گیا ہے اس کے جسم پر بہت زیادہ نیل کے نشانات ہیں۔ اور اس کی کنپٹی کے قریب کوئی گہری چوٹ لگی ہوگی شاید اور اس کا بروقت علاج نہ ہونے کے باعث اس میں ریشہ پڑا اور پھر۔

مجھے تو آپ کو بتاتے ہوئے بھی عجیب لگ رہا ہے  
ڈاکٹر پہلے تو ر کے پھر بولے

اس کے زخم میں کیڑے پڑ چکے تھے۔

ڈاکٹر کی بات سن کر ملک جنید کا رنگ فق ہوا۔

اس عرصے میں ان کے بیٹے کے ساتھ نجانے کیا کیا بیتا ہوگا؟ انہوں نے افسردہ ہوتے ہوئے سر جھکایا۔

اور یہ بتاتے ہوئے بھی مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ ان کا ذہنی توازن بھی برقرار نہیں۔

انہیں علاج اور توجہ کی بہت ضرورت ہے ڈاکٹر نے پیشہ ورانہ انداز میں کہا۔

میں اسے اپنے ساتھ لاہور لے جانا چاہتا ہوں کیا میں اسے لے جاسکتا ہوں؟ انہوں نے ڈاکٹر سے رائے طلب کی۔

جی ٹھیک ہے آپ کے جاسکتے ہیں میں ان کے علاج کی ساری رپورٹس اور ڈیٹیل کلیکٹ کرواتا ہوں۔

لاہور کے پوش ایریا ڈی۔ ایچ۔ اے فیژون میں سب گھر ہی شاندار تھے مگر ملک مینشن جس کے درودیوار قیمتی شیشوں سے بنے تھے، اور فرش چمکتے سنگ مرمر سے بنا، غرض یہ کہ وہ محل نما گھر خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھا۔

یہ گھر دو کنال پر مشتمل تھا۔ بڑا سا گارڈن ایریا جس میں گارڈنگ کر کے مختلف رنگ برنگے پھول اور دوسری سائیڈ پر سبزیاں بھی اگائی گئیں تھیں اور یہ باغبانی کا مشغلہ اس گھر کے سربراہ ملک حشمت کے سوا اور کسی کا نہ تھا۔

اس گھر میں دادا جان ملک حشمت ان کے بیٹے ملک جنید، بھویات بیگم اور ان دونوں کی اکلوتی اولاد ملک ارزم توحید رہائش پذیر تھے۔

ارزم توحید کو گھر آئے ہوئے ایک ماہ ہو چکا تھا،

اس کا کمرہ تو اوپری منزل پر تھا مگر ملک جنید نے اس کی طبیعت کے پیش نظر اسے نیچے کے ہی ایک کمرے میں منتقل کر دیا اس کا باقاعدہ علاج چل رہا تھا۔

ڈاکٹر روز گھر آ کر اس کا چیک اپ کرتے۔

اس کی حالت اب پہلے سے بہتر تھی وہ ادویات کے زیر اثر ہر وقت نیم بے ہوش رہتا۔

حیات بیگم اپنا زیادہ تر وقت اس کے کمرے میں ہی گزارتیں۔

اس کے کمرے میں جائے نماز بچھائے نماز ادا کرنے کے بعد دعا کے لیے اپنے ہاتھ بلند کیے۔

اے میرے پروردگار میں تو ایک عام سی انسان ہوں میں آپ کی کسی بھی کام کو لے کر کسی بھی مصلحت کو نہیں جانتی۔ آپ بے شک جو بھی کرتے ہیں بہتر کرتے ہیں۔ آپ کے تو بس ایک کن کا سوال ہے اور میری مشکلات کا حل ہو جائے گا۔

اے اللہ پاک ہمیں پناہ دے دیں، ہر برے لمحے سے، ہر بری صحبت سے، ہر برے دن اور رات سے اور آنے والے وقت کی مصیبتوں، آفتوں، بلاؤں، پریشانیوں، غموں اور دکھ سے اور میرے نخت جگر کو ہر بیماری سے نجات دلا دے۔۔۔۔۔

انہوں اللہ کے حضور گر گڑا کر دعا کی۔۔۔۔۔ آمین کہتے ہی

اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ جائے نماز تہ لگا کر ایک

طرف رکھتے ہوئے اس کی طرف آئیں تو اس کے سوتے ہوئے وجود میں جنبش ہوتے دیکھ اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

حیات بیگم نے اس کی سلامتی کے لیے دعا پڑھ کر اس کے چہرے پر پھونک ماری، اور پھر اس کے گال پر نرمی سے اپنا ہاتھ رکھا اور پیار بھری نظروں سے اس کا چہرہ دیکھنے لگیں۔ اتنے عرصے میں پہلی بار اس نے اپنی آنکھیں واہ کر کے ان کی طرف دیکھا تھا۔



حیات بیگم کی نظر اس کے چہرے کے دلکش خدوخال سے ہوتی ہوئی اس کی آنکھوں پر گئیں تو انہوں نے چونک کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔۔۔۔

جو گہری سیاہ رات کے مانند کالی تھیں۔ اور ان میں سرخ دھاریاں۔۔۔۔۔ جیسے خود میں جانے کتنا درد سمونے ہوئے تھیں۔

مگر ارم کی آنکھیں تو ہلکی بھوری کانچ کے مانند چمکتی ہوئی تھیں بالکل اپنے بابا ملک صاحب کی طرح۔۔۔۔۔

یہ اچانک سیاہ کیسے ہو سکتی ہیں؟ انہوں نے خود سے ہی سوال کیا۔۔۔۔۔

\*\*\*\*

عمرہ کی ادائیگی کے بعد وہ اپنی دوست صبا زاہرا کے ساتھ زیارتوں کے لیے ایران عراق کے لیے روانہ ہوئی۔

عراق کی تمام زیارت سے ہو کر ایران بارڈر پر پہنچے پھر وہاں سے قُم آ گئے۔

پہلے بی بی فاطمہ معصومہ کے روضہ گئے پھر امام رضا کے۔۔۔۔۔

دیگر زیارات مخصوصہ کے بعد ایک رات وہیں قیام کیا۔

اگلے دن وہ سب مسجد جمکران روانہ ہوئے۔۔۔۔۔

منگل کے روز مغربین کی نماز وہاں کے لوگ بہت پابندی سے ادا کرتے ہیں۔

ان لوگوں کا ماننا ہے اس دن اس وقت کسی نہ کسی کو امام زمان علیہ السلام کی زیارت ہوتی ہے۔ اسی لیے وہ سب یہاں ضرور اکٹھا ہوتے ہیں۔

اس دن مسجد میں بہت رش تھا۔

باہر لوگوں نے اپنی اپنی دکانیں کھول رکھی تھیں۔ اور بغیر قیمت وصول کیے سب لوگوں کو کھانے کی دعوت دے رہے تھے۔

اور وہاں پر گاڑیاں بھی فری تھیں۔ جب بھی چاہو جہاں بھی جانے کا کہو وہ لوگ آپ کو زیارات پر پہنچانے کے لیے تیار تھے۔

نورِ عیون نے یہاں کا ماحول دیکھنا چاہا اسی کے وہاں ہی رک کر اپنی دوست صبا زاہرا کو کہا کہ وہ اپنی فیملی کے ساتھ اندر سے ہو آئے کیونکہ اندر بہت رش ہے میں یہاں ہی رک کر تمہارا انتظار کروں گی۔

وہ خالی ہاتھ تھی۔ اس کا سامان صبا زاہرا کے پاس تھا۔

عبایا پہنے سر پر سکارف لیے مسجد کے باہر کھڑے آتے جاتے لوگوں کو پر شوق نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ جیسے وہ اس منظر کو بھی ہمیشہ کے لیے اپنی آنکھوں کے پردوں میں قید کرنا چاہتی تھی۔

\*\*\*\*\*

وہ جب سے یہاں پہنچا تھا اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہ اسی کمرے میں قید تھا۔  
آج اتنے عرصے بعد جانے کیوں ان پر خاص کرم نوازی کی گئی تھی کہ ان سب کو پیٹ بھر  
کھانا دیا گیا۔۔۔

وہ سب جو اتنے دنوں سے اندھیرے کمرے میں قید تھے آج انہیں موم بتی کی روشنی بھی  
فراہم کی گئی تھی۔

وہ جب سے یہاں تبلیغ دین کے لیے آئے تھے تو دشمنی عناصر دہشت گردوں نے انہیں  
اشاعت دین سے روکنے کے لیے اپنی قید میں لے رکھا تھا۔  
ارزم جو اپنی دلی کیفیت سے افسردہ تھا۔

اپنا غم بھلانے کے لیے سب سے بہتر طریقہ اسے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کا ہی لگا۔  
جب جماعت کے سربراہ نے اسے فون پر بتایا کہ ان کی جماعت تبلیغ اسلام کے لیے جا  
رہی ہے کیا وہ ان کے ساتھ جا کر اس نیک فریضہ میں ان کی مدد کرے گا؟  
تو اس نے فوراً حامی بھری۔

اور گھروالوں کو بغیر بتائے ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

وہ سب اس بات سے لاعلم تھے کہ ان لوگوں نے سوچی سمجھی سازش کے تحت انہیں یہاں بلایا ہے۔ اور پھر انہیں (Anesthetic) بے ہوشی کی دوا ملا کھانا کھلا کر دھوکے سے اغواء کر لیا گیا تھا۔

ان سب کے ہوش میں آنے سے پہلے ہی ان سب کا سامان ان دہشت گردوں نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ ان کے موبائل، پیسے، پاسپورٹ اور باقی ماندہ سامان بھی۔۔۔۔۔

\*\*\*\*\*

صبح ہوتے ہی اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کمرے میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی تو خود کو کمرے میں کنگ سائز شاندار بیڈ پر پایا۔

کمرے میں چاروں طرف جالی دار پردے لگے تھے۔

آتش دان میں دھیمی سی آگ جل رہی تھی جس نے اس سرد موسم میں بھی کمرے کو حرارت بخشی ہوئی تھی۔ ہاتھ لگا کر بستر پر موجود کمفرٹر کی ملائمت محسوس کی۔ کمرے موجود قیمتی ڈیکوریشن پیسز، غرض ہر چیز ہی شاندار تھی۔ یہ سب تو اس نے کبھی خواب و خیال میں بھی نہ دیکھا تھا۔

کمرے کی دیوار پر فیملی پچھر لگی تھی۔ جس میں ایک آدمی نے عورت کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اس کے گرد حصار باندھ رکھا تھا۔ اور ان کی گود میں جو بچہ تھا۔۔۔۔۔

اسے اپنا بچپن یاد آیا۔ ہو بہو اس کے جیسا۔۔۔۔۔

یہ تصویر ایک مکمل خوشحال فیملی کا منظر پیش کر رہی تھی۔۔۔۔۔

سامنے سائیڈ ٹیبل پر ایک قیمتی گھڑی دیکھ کر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔۔۔۔۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اٹھایا اور اسے اپنی جیب میں رکھا۔۔۔۔۔

سائیڈ ٹیبل پر ہی پھلوں سے بھری باسکٹ تھی۔ اسے دیکھ کر اس کی بھوک محسوس ہوئی تو اس نے سیب اٹھانا چاہا۔ مگر پاس پڑی چھری پر نظر پڑتے ہی اس کا وجود خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔۔۔۔۔

مت مارو۔۔۔۔۔ مت مارو۔۔۔۔۔ چھوڑ دو چھوڑ دو اس کی چلانے کی آواز گھر میں گونجنے لگی تو سب چونک کر اس کے کمرے میں آئے۔۔۔۔۔

حیات بیگم نے اسے اپنے ساتھ لگا کر اس کا ڈر کم کرنا چاہا۔۔۔۔۔

وہ مسلسل چلائے جا رہا تھا۔ ملک جنید اور

ملک حشمت نے آگے بڑھ کر اسے سنبھالنا چاہا مگر اس کے مشتعل وجود کو قابو کرنے میں

ناکام رہے۔۔۔۔۔

ملک حشمت اور ملک جنید دونوں نے ارزم کی آنکھوں کے رنگ پر غور کیا مگر وہ دونوں بھی حیات کی طرح اس معمرے کو سمجھنے میں ناکام رہے۔

کچھ دیر بعد وہ خود ہی ہوش حواس سے بیگانہ ہو گیا۔

ملک جنید نے ڈاکٹر کو بلا کر اس کی کنڈیشن کے بارے میں بتایا تو انہوں نے کہا پیشینہ کو ایسے انکزانٹی اٹیک آنا عام سی بات ہے ان کے دماغ پر شاید گزشتہ زندگی نے گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔

آپ ان کو زیادہ سٹریس مت دیجیے گا۔ یہ وقت کے ساتھ ساتھ خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے بس آپ ان کو وقت پر ان کی میڈیسن دیتے رہیں۔

وہ تینوں ہی ارزم کی ایسی حالت کے سبب سخت پریشان تھے۔

حیات بیگم نے ساری رات اس کے قریب بیٹھ کر گزاری۔۔

صبح ہوتے ہی انہوں نے کھڑکیوں سے پردے ہٹائے تو سورج کی نرم گرم دھوپ نے کمرے کو سورج کی قدرتی روشنی سے بھر دیا۔

انہوں نے آہستگی سے اسے آواز دی ارزم بیٹا صبح ہو گئی ہے اٹھو نہ۔۔۔۔

ارے اٹھ۔۔۔۔۔ نہیں تو۔۔۔۔۔

وہی آوازیں اس کے کانوں میں گونجنے لگی۔۔۔۔

ٹھٹھرتی ہوئی سخت سردی میں ٹھنڈا پانی جب کریانے کی دکان کے تھڑے پر پڑے اس معصوم کے منہ پر اسے اٹھانے کے لیے پھینکا جاتا۔

ایک بار تو اس کا وجود کانپ کر رہ جاتا۔ وہ جو ساری رات پہلے ہی گھر کے باہر دکان کی حفاظت کے لیے سردی کے باعث ساری رات کانپ کانپ کر گزارتا۔ صبح ہوتے ہی روز اسے جگانے کے لیے یہی حربہ آزمایا جاتا۔

اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپایا۔۔۔۔۔

میں اٹھ گیا ہوں۔۔۔۔۔ میں اٹھ گیا ہوں۔۔۔۔۔ وہ جلدی سے بستر پر اٹھ کر بیٹھا۔۔۔۔۔

مگر کسی خوف کے باعث اس کی آنکھیں ابھی تک بند تھیں۔

حیات بیگم نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے شفقت بھرے انداز میں کہا۔

بیٹا کیا ہوا؟ میں ہوں نہ آپ کے پاس آپ کو کوئی بھی کچھ نہیں کہے گا۔۔۔۔۔

اسے کہاں کسی نے کبھی اتنے پیارے بھرے انداز میں مخاطب کیا تھا۔۔۔۔۔

اس حیرت بھری نظروں سے سامنے بیٹھی ہوئی اس مہربان عورت کو دیکھا۔۔۔۔۔

آپ کون ہیں؟ اس نے کچھ لمحوں بعد استغاثہ لہجے میں پوچھا۔

حیات بیگم کو اپنے بیٹے سے اس سوال کی قطعاً توقع نہ تھی۔ انہوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔ یکایک ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔۔۔ کیا کوئی بیٹا اپنی ماں کو بھی بھول سکتا ہے۔

ملک جنید جو آفس جانے سے پہلے ارزم کو ایک بار دیکھنا چاہ رہے تھے اندر آئے تو حیات کو یوں زار و قطار رو تا دیکھ کر اس کے قریب آئے۔

کیا ہوا آپ رو کیوں رہی ہیں؟ انہوں نے پوچھا۔۔۔ دیکھیں نہ ارزم کہہ رہا ہے کہ میں کون ہوں۔۔۔

یہ کہتے ہی وہ ہچکیوں سے رونے لگیں۔۔۔ ملک جنید نے انہیں شانے سے تھام کر اپنے ساتھ لگایا۔۔۔ آپ فکرت کریں بالکل بھی پریشان نہ ہوں آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے۔ انہوں نے اپنے تئیں انہیں تسلی دی۔

میں کہاں ہوں؟ اور آپ لوگ کون ہیں؟ پلیز مجھے جانے دیں یہاں سے۔۔۔ وہ جانے کے لیے بستر سے نیچے اترے۔۔۔

بیٹھ جاؤ۔۔۔ ملک جنید نے زرا سخت لہجے میں کہا میری بات غور سے سنو اور اپنے دماغ میں سٹھالو۔ ہم ہی تمہارے ماں باپ ہیں تم یہ بات مانو یا نہ مانو اور جب تک تم ٹھیک نہیں ہو جاتے اس گھر سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکالو گے۔۔۔ آئی بات سمجھ میں۔۔۔



انہوں نے انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دی۔

اس نے ڈر کے مارے اپنی آنکھیں زور سے میچیں۔۔۔۔ اور بیٹھتے ہوئے سر اپنے گھٹنوں میں دئیے رونے لگا۔۔۔۔ کہیں نہیں جاؤں گا۔۔۔۔ کہیں نہیں جاؤں گا۔۔۔۔ حیات بیگم اور جنید عباسی دونوں اس کی بدلتی کیفیت سے حیران ہوتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے

\*\*\*\*\*

ان سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔

کھانا کھانے کے بعد جسم میں جان آئی تو دماغ نے بھی کام کرنا شروع کیا۔۔۔۔ ان سب کو الگ الگ کرسیوں سے باندھا گیا تھا۔ ان سب نے مشکل سے ہی اپنی گود میں دھرے رے تک اپنے ہاتھ پہنچاتے ہوئے کھانا کھایا۔۔۔۔ موم بتی کی روشنی دیکھتے ہوئے ایک خیال بجلی کی مانند ارزم کے دماغ میں کوندا۔۔۔۔ اس نے کرسی کو گھسیٹتے ہوئے اس روشن موم بتی کے قریب لے آیا۔ اور اپنے بندھے ہوئے ہاتھوں کو موم بتی کے چلتے ہوئے شعلے کے اوپر رکھ دیا۔ آہستہ آہستہ اس کی آگ سے رسی ٹوٹنے لگی۔

یہ تھا تو وقت طلب کام سب نے ان لوگوں کی واپسی کی تاخیر کے لیے مشترکہ دعا کرنی شروع کر دی۔

شاہد وقت آچکا تھا اس کی وہاں سے رہائی کا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سن لی اور چند لمحوں بعد ارزم کی رسی ٹوٹی تو اس نے اپنے جسم سے رسیوں کا جال الگ کیا۔ اور تیزی سے باقی سب کو بھی آزاد کیا۔

اگر ہم سب اٹھ بھاگے تو پکڑے جائیں گے سب الگ الگ سمت میں بھاگو۔ اور اپنی جان بچاؤ اور اگر جان بچ گئی اور ہم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر پاکستان میں ہی ملاقات ہوگی۔

فی امان اللہ! اس جماعت کے سربراہ نے انہیں کہا اور وہ ایک ہی جست میں سب نے راہ فرار اختیار کی۔

وہ وہاں سے باہر نکلا تو ان لوگوں کو شاید انہوں نے کسی دکان کے نیچے بیسمنٹ میں قید کر رکھا تھا۔ باہر نکلا تو وہاں بہت رش تھا وہ آسانی سے اس رش میں اپنی جگہ بنا سکتا تھا۔ سامنے ہی مسجد تھی اسی لیے اذان کی آواز اسے قدر صاف سنائی دیتی تھی

وہ تیز قدموں سے چلتا ہوا آگے بڑھا بڑا وہ جو پیچھے مڑ کر دیکھ رہی تھی کہ صبا زاہرا ابھی تک اندر سے کیوں نہیں آئی۔ اچھا نہ کسی کی ایک زوردار ٹکمر نے اس کی وجود کو ہلا کر رکھ دیا۔ ارزم نے اس کے دونوں شانوں سے تھام کر گرنے سے روکا۔

سوری! معذرت کے لیے یہ الفاظ ادا کیے۔

جلدی سے وہاں سے نکلنے لگا۔ مگر جیسے ہی نگاہ اس کے چہرے پر پڑی۔۔۔۔۔

اپنی بنیائی پر یقین کرنا ناممکن لگا۔

ارزم نے حیرت انگیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

وہ ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑوا کر اس سے دور ہوئی۔۔۔

کون ہیں آپ میں آپ کو نہیں جانتی۔۔۔ اس نے رکھائی سے تیز لہجے میں کہا۔

ملک ارزم توحید نے شکوہ کناں نگاہیں اس کے وجود پر مرکوز کیے پوچھا کیا تم سچ میں مجھے نہیں جانتی؟

اس کی نظروں میں اپنے لیے شناسائی کی ایک رمت بھی نہ پا کر وہ حیران ہوا۔۔۔۔۔

نہیں۔۔۔۔۔ اس نے تقریباً چلاتے ہوئے کہا اور جانے کے لیے مڑی۔

ارزم نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے جانے سے روکا۔۔۔

تم نہیں جانتی ایسا کوئی بھی پل نہیں گزرا جب میں نے خدا سے تمہارے مل جانے کی دعا نہ کی ہو۔

روڈ پر سامنے سے آتے لوگوں میں سے دو جو ارزم نے فوراً ہی پہچان لیا۔ جوان کی طرف ہی بڑھ رہے تھے۔۔۔۔

مگر رش کی وجہ سے ان تک پہنچنے میں شاید انہیں کچھ وقت درکار تھا۔

اس کے ساتھ بات کرتے ہوئے ان لوگوں نے مجھے دیکھ لیا ہے اگر میں نے اسے یہاں اکیلا چھوڑ دیا تو وہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچائیں

ارزم نے لمحوں میں ہی فیصلہ کیا اور اس کا ہاتھ تھام کر سرپٹ دوڑ لگا دی۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ لوگ ان دونوں تک پہنچتے۔۔۔۔۔ وہ لوگوں کی بھیڑ میں جانے کہاں گم ہو چکے تھے۔۔۔۔

\*\*\*\*\*

www.urdu novels mania.com

رخصتی کے بعد کائنات کو خورشید بیگم نے کچھ دنوں کے لیے اپنے پاس ہی روک لیا۔۔۔

شادی پر ان کی ملاقات اپنی ایک دیرینہ دوست سے ہوئی۔۔۔۔

وہ پیشہ کے لحاظ سے گانسی ڈاکٹر تھیں۔ آج خورشید بانو نے ان کے گھر جا کر حیات کی شادی کی مٹھائی دینے کا قصد کیا۔۔۔

وہاج احمد نے کائنات کو بھی ساتھ چلنے کو کہا۔۔۔

اس کا دل تو شادی پر اپنے شوہر کی چھتی ہوئی نگاہوں میں ہی اٹک کر رہ چکا تھا لیکن بابا کی خوشی کے لئے وہ ان کے ساتھ چلنے کو آمادہ ہو گئی۔۔۔

ڈاکٹر صفیہ نے بہت اچھے طریقے سے ان سب کی آؤ بھگت کی انہوں نے اپنی دوست خورشید بانو کی پریشانی سن کر انہیں تسلی تم فکرت کرو میں اسے اپنے ساتھ اپنے ہسپتال لے جاؤں گی اور اس کی اچھے سے ٹریٹمنٹ کروں گی۔۔۔  
ان شاء اللہ اچھی خبر ہی خبر سننے کو ملے گی۔۔۔۔۔

\*\*\*\*

اس کی بڑھی ہوئی داڑھی اور آنکھوں کے گرد سیاہ ہلکے، شاید اسی وجہ سے وہ اسے پہچاننے سے انکاری تھی۔  
چھوڑیں مجھے۔۔۔۔۔

اس نے اپنا ہاتھ ارم سے چھڑوانا چاہا۔۔۔  
یہ آپ مجھے کہاں لے آئے ہیں؟

قدرے اندھیری اور خالی سڑک دیکھ کر اس نے تشویش بھرے لہجے میں اس سے پوچھا۔

اب میں واپس کیسے جاؤں گی؟

مجھے تو راستے کا علم ہی نہیں۔۔۔

فخر مت کرو تم اکیلے نہیں میں تمہارے ساتھ ہی ہوں۔ ارزم نے اسے تسلی دی۔

میرے پاس میرا کوئی سامان بھی نہیں سب کچھ اس بیگ میں تھا، میرا پاسپورٹ، آئی ڈی کارڈ اور سب کچھ میری دوست صبا زاہر کے پاس ہی رہ گیا اس نے پریشانی سے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ میں پیوست کیے اپنی انگلیوں کو چٹایا۔۔۔۔

تم اس ملک میں کیا کر رہی تھی؟ ارزم نے اس سے یہاں آنے کا مقصد پوچھا۔

اس کے ذہن میں وہی دن تازہ ہوا جب۔۔۔۔۔

زاہرہ ہمارے جامعہ میں ہر سال کچھ لوگوں کو عمرہ کے لیے بھیجا جاتا ہے۔

اور میں کتنی خوش نصیب ہوں پہلی بار میں ہی میرا نام بھی ان افراد میں آگیا۔۔۔

مجھے بھی عمرہ کی ٹکٹ مل گئی ہے عیون نے پر مسرت لہجے میں اپنی دوست زاہرہ کو بتایا۔

بہت بہت مبارک ہو یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔

ہماری فیملی بھی زیارت کے لئے ایران جا رہی ہے۔

صبا زاہرہ مجھے ایک مسئلہ درپیش ہے۔۔۔ اس نے پریشانی سے کہا۔

کیا بات ہے؟ بتاؤ مجھے۔۔۔

میرے ساتھ کوئی محرم نہیں میں اکیلے کیسے جاؤں گی؟

اس میں تو پریشانی والی کوئی بھی بات نہیں۔

تم فکر مت کرو میں اپنے ماما بابا کو منالوں گی۔۔۔

ہم سب پہلے تمہارے ساتھ عمرہ کرنے جائیں گے۔

پھر ایران۔۔۔۔۔ تم بھی ہمارے ساتھ تمام زیارتیں کر لینا۔۔

واؤ کتنا اچھا لگے گا نہ ہم سب ساتھ جائیں گے۔۔۔

میں تو بہت خوش ہوں۔ مجھے تو ابھی سے ہی ایکسٹینٹ ہو رہی ہے۔۔ اس کے لب و لہجے

سے ہی چھلکتی ہوئی خوشی کا اندازہ ہو رہا تھا۔

میں آج ہی بھائی سے کہہ کر تمہارے پاسپورٹ اور ویزے کا بھی سارا انتظام کرواتی ہوں۔

تم فکر مت کرو سب اچھے سے ہو جائے گا۔ زاہرہ نے یہ کہتے ہی فون رکھا۔۔۔

www.urduNovelsMania.com

زاہرہ سے بات کرنے کے بعد وہ مطمئن ہو گئی تھی۔

آپ کون ہوتے ہیں مجھ سے یہ سب پوچھنے والے؟ اس نے کمر پر ہاتھ رکھ کر لڑکا انداز میں

کہا۔۔

ہم مین روڈ پر کھڑے ہیں یہاں کوئی بھی ہمیں دیکھ سکتا ہے۔ ارزم نے پھر سے اپنا ہاتھ

اس کی طرف بڑھایا تاکہ اس کا ہاتھ تھام سکے۔

وہ تھوڑا پیچھے کو ہوتی۔۔۔

ارزم نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا۔۔۔

آپ میرے لیے قابلِ احترام ہستی ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔۔۔ اس بے کی چشم آہو سے آنسو رواں ہوئے۔۔۔۔

ارزم نے ان افراد کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ اس کا ہاتھ اپنی کسی قیمتی متاع کی طرح اپنے قبضے میں لیا اور پھر سے بھاگنے لگا۔۔۔۔

عیون بھی اس کے ساتھ ساتھ گھسٹتی چلی جا رہی تھی۔

عشاء کی آذان ہونے لگی گلیوں میں ہر طرف اندھیرا پھیل چکا تھا۔۔۔

ہر طرف ویرانی سی لگی۔۔۔ وہ کشادہ گلی سے گزرتے ہوئے ایک تنگ گلی میں داخل ہوئے۔۔۔

اس کے بعد تین چار مزید گلیوں سے گزرے تو ایک زیرِ تعمیر عمارت نظر آئی۔۔۔ اسی طرف بڑھے۔۔۔

عمارت کا نقشہ بڑا عجیب و غریب تھا۔ وہاں بڑے بڑے حالِ نظر آرہے تھے جس کو کی دیواروں میں منقسم کیا گیا تھا وہ دونوں ہالز میں سے گزر کر آگے بڑھنے لگے۔

انہوں نے شکر ادا کیا کہ اس وقت اس عمارت میں کوئی بھی زخمی روح نہ تھا۔



کچھ حصے سے گزرنے کے بعد انہیں وہاں سیڑھیاں نظر آئیں انہیں اوپر جا کر چھپ جان ہی مناسب لگا۔

دوسری منزل پر بہت زیادہ گند پڑا ہوا تھا۔

بحری، ریت، پتھر سیمنٹ اور مختلف اوزار بکھرے پڑے تھے۔ انہیں چھپنے کے لئے کوئی مناسب جگہ نظر نہیں آئی۔ وہ اسے اپنے ساتھ لئے آگے کی جانب بڑھا تو پیچھے سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کسی کے تیز قدموں کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔۔۔ اب وہ واپس پیچھے بھی نہیں جاسکتے تھے اس لئے انہیں مزید آگے بڑھنا ہی مناسب لگا۔

وہ اس کا ہاتھ تھامے مختلف کمروں کی راہداریاں عبور کرنے لگا۔۔۔ عیون کے حواس بحال ہوئے تو اسے محسوس ہوا کہ وہ اپنا سارا وزن اسی پر ڈالے اس کے سہارے چل رہی ہے۔ اس کا سانس تیز چلنے کی وجہ سے پھول چکا تھا۔ اور حلق خشک ہوتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔

پیچھے سے لوگوں کے بولنے اور اپنے قریب آتے تیز قدموں کی آوازوں سے خوفزدہ ہوتے ہوئے اس نے تیسری منزل کی چڑھتی سیڑھیوں کو تیزی سے کراس کرنا چاہا لیکن اس کے پاؤں کو ٹھوکر لگتے ہی وہ آگے کی جانب گرنے لگی تو۔۔۔۔

آرام سے۔۔۔ ارزم نے اس کا دوسرا ہاتھ تھام کر اسے گرنے سے بچایا۔

وہ شرمندگی کے باعث نظریں جھکائے رہی۔۔۔

اور اس کی طرف دیکھے بغیر اٹھی۔۔۔

اب وہ دونوں تیسری منزل پر پہنچ چکے تھے۔

آس پاس کوئی بھی چھت اس چھت سے نہیں مل رہی تھی کہ وہ اس پر چلے جاتے۔۔۔

ارزم نے آگے بڑھ کر دیکھا اور ارد گرد کا جائزہ لینے لگا

عمیون بھی اس کے پیچھے پیچھے آئی۔۔۔

اس نے عمارت سے نیچے دیکھا تو خود کو اتنی اونچائی پر پا کر اپنا سر چکراتا ہوا محسوس

ہوا۔۔۔۔۔

اس چھت کو بڑھانے کے لیے تختوں کا استعمال کیا گیا تھا۔ جو شاید ابھی تعمیر کے مراحل

میں تھی۔۔۔ اور نیچے کی طرف رسیاں لٹک رہیں تھیں۔۔۔ جو دوسری منزل تک جا رہی

تخصیص

اور عمارت کے نیچے ایک ریت سے بھرا ٹرک کھڑا تھا۔۔۔

کبھی چھلانگ لگاتی ہے؟ ارزم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

عمیون اس کے سوال پر شذر رہ گئی۔۔۔

کیا اب ہم یہاں سے چھلانگ لگانے والے ہیں؟  
اس نے حیرانگی سے پوچھا۔۔

میں یہ نہیں کروں گی۔۔۔ اس نے ڈرتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔۔۔  
ہمیں یہ کرنا ہوگا نہیں تو وہ لوگ ہمیں پکڑ لیں گے۔۔۔

کون ہیں وہ لوگ اور ہمارے ہی پیچھے کیوں پڑیں ہیں؟ آخر کار اس نے دل میں مچلتا ہوا سوال  
پوچھ ہی لیا۔۔۔

ابھی یہ سب بتانے کا وقت نہیں۔۔۔۔

مجھ پر یقین ہے نہ؟ ارزم نے مان بھرے لہجے میں پوچھا۔۔۔

اس نے کوئی بھی جواب دے بغیر اپنے چہرے کا رخ دوسری طرف کیا۔۔۔

وہ اسے پہچان چکی تھی۔ مگر اس پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔۔

اگر وہ اس کا محرم نہ ہوتا تو وہ اس کے اتنے قریب جانے کی بجائے موت کو گلے لگانے کو  
ترجیح دیتی۔

نورِ عیون نے آنکھیں میچ کر خود کو جیسے اس کے حوالے کیا۔۔۔

ارزم نے اس کے دونوں بازوؤں پکڑ کر اپنی گردن کے گرد باندھے۔۔۔۔

اس کے آتے قریب ہونے پر عیون کے دل کی دھڑکنوں کی رفتار نے تیزی پکڑی۔۔۔

اس نے آنکھیں کھول کر ارزم کے عمل پر اسے دیکھا۔۔۔

چنچ مت مارنا۔۔۔۔۔ ارزم نے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔۔۔

ارزم نے رسی مضبوطی سے پکڑی اور آہستگی سے نیچے اترنے لگا۔۔۔۔

دوسری منزل پر پہنچ کر ارزم نے اس کی کمر کے گرد دونوں بازو حائل کرتے ہی۔ آنکھیں

بند کر کے گہرا سانس لیا۔۔۔ اور دونوں کی حفاظت کی دعا کرتے ہوئے نیچے کی طرف

چھلانگ لگا دی۔۔۔

\*\*\*\*\*

ارزم کبھی تو بالکل نارمل بیسوکرتا کبھی بے وجہ ہی رونے لگتا۔۔۔

کبھی کبھی تو اتنا ہایپر ہو جاتا کہ کسی کے قابو میں نہ آتا۔ آخر کار اسے نیند کا انجیکشن دینا

پڑتا۔۔۔

اور کبھی تو بالکل بچہ بن جاتا اور اپنے لاڈ اٹھواتا۔

www.urduNovelsMania.com

ملک جنید اور حیات بیگم نے اس عرصے میں اسے اتنا پیارا اور توجہ دی کہ اب وہ ان

دونوں کو مام اور ڈیڈ کسنے پر آمادہ ہو گیا۔۔۔ جب بھی موڈ میں ہوتا انہیں مام اور ڈیڈ کہہ کر ہی

بلاتا۔

\*\*\*\*\*

آج ڈانگ ایریا میں ناشتے کی غرض سے سب ہی جمع تھے۔

ڈیڈ۔ مام کہاں ہیں؟ ارزم نے پوچھا۔

وہ آج صبح ہی گاؤں چلی گئیں ہیں۔۔۔

ان کی اماں جان کی طبیعت ٹھیک نہیں ان کی عیادت کے لیے گئیں ہیں۔ ملک جنید نے اسے بتایا۔

ڈیڈ آج آپ گھر پر رہیں گے نہ میرے ساتھ اس نے فرمائش کی۔

ٹھیک ہے میرے بیٹے نے کہا ہے تو آج میں سارا دن آپ کے ساتھ ہی گزاروں گا۔ انہوں نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

آج کا سارا دن دونوں نے مل کر گزارا۔۔۔

بکھی کچن میں اس کی فرمائش پر کچھ نہ کچھ بنانے کا تجربہ کرتے تو بکھی لان میں کرکٹ کھیلتے۔

ملک حشمت کے ساتھ لڈو کھیلی۔۔۔ اور اس میں خوب چیٹنگ بھی کی۔

اب وہ دونوں ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے اور ٹی وی پر کوئی ڈرامہ چل رہا تھا۔

ملک جنید اپنے موبائل میں مصروف تھے۔

ڈیڈ۔۔۔ اس نے انہیں اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔

ہم کہو۔۔۔ وہ بولے

ڈیڈ مجھے بھی شادی کرنی ہے جیسے اس نے کی ہے اس نے ڈرامے میں چلتے ہوئے ایک سین کی طرف ان کی توجہ دلائی۔

وہ سین دیکھ کر مبہم سا مسکرانے لگے۔۔۔

آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟ اس نے منہ پھلایا۔

ڈیڈ دیکھیں نہ جیسے اس نے قبول ہے قبول ہے بولا ہے مجھے بھی بولنا ہے پھر مجھے بھی پیاری سی بیوی ملے گی۔ اس نے اپنی طرف سے ان کی معلومات میں اضافہ کرنا چاہا۔

مگر میرے بیٹے کی تو شادی ہو بھی چکی ہے اور اس نے قبول ہے قبول ہے بول بھی چکا ہے کیا آپ کو یاد نہیں؟ انہوں نے پوچھا۔

اس نے کنپٹی پر انگلی رکھ کر سوچنے کے انداز میں کہا۔ مگر ڈیڈ مجھے تو ایسا کچھ بھی یاد نہیں۔ اگر ایسا ہے تو میری بیوی کہاں ہے؟ اس نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

وہ جو ازم کی غیر موجودگی سے پریشان اس کی بیوی کو بھی بھلائے بیٹھے تھے۔ اس کے یاد کروانے پر پشیمان ہوئے۔ ہم کیسے اتنی لاغر ضعیف کر سکتے ہیں اس معاملے میں؟ انہوں نے خود سے ہی سوال کیا۔

ہم صبح ہی جا کر آپ کی بیوی کو لے آئیں گے۔ اب خوش؟ انہوں نے اس سے پوچھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے تالیاں بجانے لگا۔۔۔

بہت بہت بہت خوش۔۔۔۔

پھر دونوں بانہیں پھیلا کر بولا اتنا انا زیادہ

\*\*\*\*\*

گڈ مارنگ ڈیڈ!

اس نے ان کے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

ملک جنید نے اپنی مُندی آنکھوں کو رگڑ کر بمشکل کھولنے کی کوشش کی۔ اور دیوار گیر کلاک پر نظر ڈالی جو اس وقت 8 کا ہندسہ دکھا رہا تھا۔

گڈ مارنگ! انہوں نے اسے جواب دیا۔ اور پھر سے آنکھیں بند کر لیں۔۔۔

ڈیڈ اب اٹھ بھی جائیں۔۔۔ اس نے انہیں شانے سے ہلایا۔

کیا یا را بھی سونے دو نہ نماز پڑھنے کے بعد ابھی آنکھ لگی تھی۔۔۔

بس اب آپ کو اٹھنا ہی ہوگا۔۔۔ اس نے ضد کی۔۔۔

کیا ہوا؟ انہوں نے پوچھا

آپ بھول گئے آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ صبح آپ میری بیوی کو لے کر آئیں

گے۔۔۔ اس نے یہ کہتے خفگی سے منہ پھلایا۔۔۔

مجھے تو انتظار میں ساری رات نیند ہی نہیں آئی۔ اور آپ ہیں کہ بھول گئے۔

او۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔ وہ اٹھ کر بیٹھے۔۔۔

ایسا کرتے ہیں ہم دونوں مل کر پہلے ناشتہ کرتے ہیں۔۔

اور پھر مجھے ریڈی بھی تو ہونا ہے۔

آج 10 بجے آفس میں ایک امپورٹنٹ میٹنگ ہے۔ وہ ایڈنڈ کر لوں، اس کے بعد جا کر لے آئیں گے۔ انہوں نے اسے آج کے دن کی تفصیل بتائی۔

میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
وہ چند لمحوں کے لیے تو سوچ میں پڑ گئے۔۔۔۔۔

اگر نیناں نے ارزم کی یہ حالت دیکھ لی تو شاید وہ آنے سے انکار کر دے۔۔۔

فی الحال مجھے اکیلے ہی جا کر اسے یہاں لانا ہوگا ارزم کو اس وقت پیار اور توجہ کی ضرورت ہے۔ مجھے امید ہے نیناں بھی اسے ٹھیک کرنے میں ہماری مدد کرے گی۔ آخر کو اب وہ

اس کا شوہر ہے۔ انہوں نے سوچا۔۔۔

ایسا کرو بیٹا تم نہ گھر میں رہ کر اچھے سے تیار ہو جانا میں خود ہی جا کر اسے اپنے ساتھ لے آؤں گا۔۔۔ انہوں نے کہا۔

ٹھیک ہے ڈیڈ اس نے بھرپور فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔  
ملک حشمت بھی جاگ چکے تھے۔



تینوں نے مل کر ایک ساتھ ناشتہ کیا تو جنید صاحب نے ملک حشمت کو بھی آج نیناں کو واپس لانے کے فیصلے سے آگاہ کیا۔

مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ مجھے تو بلکہ خوشی ہوگی۔ بہو اپنے گھر آجائے گی تو گھر میں رونق ہو جائے گی۔

مگر حیات کے بغیر یہ سب کرنا اچھا نہیں لگے گا کیوں نہ ہم اس کی واپسی کا انتظار کر لیں۔ انہوں نے مشورہ دیا۔

یہ چیٹنگ ہے میرے ساتھ۔۔۔ اس نے ان دونوں کی بات کاٹی اور بیچ میں بولا۔

آج تو بس آج ہی چاہے مجھے بیوی۔۔۔ اس نے ہاتھ پکڑا ٹوسٹ واپس پلیٹ میں غصے سے پھینکا۔

اچھا اچھا بیٹا۔۔۔ ایسے کھانے پر اپنی ناراضگی نہیں نکالتے۔۔۔ رزق کے ساتھ ایسا کرنے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں انہوں نے اسے سمجھانا چاہا۔

بابا جان ایسا کرتے ہیں ہم آج ہی اپنی بہو کو لے آتے ہیں اور حیات کو سر پرانز کر دیں گے۔ انہوں نے ارزم کی حالت کے پیش نظر مشورہ دیا۔۔۔

ٹھیک ہے جیسے تمہیں ٹھیک لگے۔۔۔ وہ یہ کہتے ہی پاس پڑے نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے جانے کے لیے اٹھے اور پیار سے ارزم کے بال بگاڑتے ہوئے آگے کی طرف بڑھ گئے۔

ملک جنید بھی فارغ ہوئے تو اپنا لپ ٹاپ والا بیگ اٹھائے باہر کی طرف بڑھے۔۔۔  
ڈیڈ!!! آپ انہیں بھی لے کر آنا

اور کس کو لانا یا راب وہ جھنجھلا کر بولے اور موبائل پر وقت دیکھنے لگے۔۔۔  
مولوی صاحب کو اور کس کو مجھے قبول ہے بھی کرنا تھا۔۔۔ اس نے انہیں یاد دلانا چاہا۔  
اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ اور وہ فرسٹ فلور پر رائیٹ سائیڈ پر جو فرسٹ روم ہے وہ آپ کا ہے اس کی کبرڈ میں آپ کے کپڑے ہیں جو بھی اچھا لگے پہن لینا۔۔۔

\*\*\*\*\*

صفیہ بیگم جو اسے بتانے کے لیے اس کے کمرے میں آئیں تھیں کے باہر اس کا سر  
ملک جنید اپنی بہو کو لے جانے کے لیے آئے ہیں۔ اسے کسی کے ساتھ فون پر گفتگو کرتے  
ہوئے دیکھ اشتعال میں آئیں۔

تم نے مجھ سے اس دن جھوٹ بولا؟ انہوں نے سخت لہجے میں کہا۔

سوری نانی اماں! اس نے دونوں کانوں کو اپنی انگلیوں سے پکڑتے ہوئے معصوم سا چہرہ بناتے ہوئے پیار بھرے انداز میں کہا۔

باہر جنید صاحب آئے ہیں تجھے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے مگر نانی اماں میں کیسے جاؤں گی ان کے ساتھ۔

انکا بیٹا تو بڑی اکڑ دکھا کر گیا تھا میں نہیں مانتا اس شادی کو۔۔۔ اس نے منہ بنا کر ازم توحید کی نقل اتاری۔

بس اتنی ہی اکڑ تھی۔ اتنی جلدی منگل گئی ساری اکڑ۔۔ ہنہ اس نے ہنکارا بھرا۔۔۔

جب تک آکر وہ میرے پیر نہیں پکڑے گا میں بھی کہیں نہیں جاؤں گی۔۔۔

جانے کب عقل آئے گی اس بے وقوف کو انہوں نے ہاتھ سے اپنا ماتھا پیٹتے ہوئے کہا۔

لگاؤں کی ایک اٹے ہاتھ کی۔۔۔ شوہر کبھی بھی اپنی بیوی کے پیر نہیں پکڑتے جانے کن

www.urdu novels mania.com

خیالوں میں ہے تو۔۔۔ گھر میں تیرے باپ کے جانے کے بعد کھانے کے لالے پڑے ہیں اور تجھے خنزے سوچھ رہے ہیں۔

اب شرافت سے اس کے ساتھ جا اور اپنا گھر بسا۔۔

ہاں اور مجھے تیری کوئی شکایت نہ ملے۔۔۔

مگر نانی اماں بابا بھی اسی غم کو اپنے سینے میں ہی لیے چلے گئے کہ میری بغیر نکاح رخصتی ہو رہی تھی۔

ابھی بھی میرا کونسا نکاح ہوا وہ تو پری کا ہوا تھا۔

لویہ کونسی بڑی بات ہے۔ کوئی چکر چلاتی ہوں۔۔۔۔۔ وہ گہری سوچ میں غرق ہوئیں تو نیناں نے ان کا شانہ ہلایا۔۔۔

میں ملک جنید سے کہہ دیتی ہوں تیرا نکاح ارزم سے اپنے سامنے پھر ایک بار کروا دیں۔ اس دن تو سب کچھ بیچ میں ہی رہ گیا تھا۔۔۔ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا لوں گی تم فکر نہ کرو اور باہر آؤ۔

میں نے اس انسان سے نکاح نہیں کرنا جس کے نکاح میں پہلے سے ہی کوئی لڑکی ہو۔۔۔ میں اپنے رشتے میں شراکت داری قطعاً برداشت نہیں کروں گی۔ اس نے غصے میں کہا۔

پری نہ جانے کہاں گئی۔۔۔

تو جا اور جا کر ارزم اور اس کے گھر والوں کے دل میں اپنی جگہ بنا بعد میں جو ہو گا وہ دیکھا جائے گا۔ چل جلدی سے کوئی اچھا سا جوڑا پہن کر باہر آؤ انتظار کر رہا ہو گا وہ یہ کہتے ہی باہر کی جانب بڑھ گئی۔

برگنڈی کمر کا تھری پیس سوٹ پہنا۔ نئے چھماتے شوز پہنے۔۔۔ بالوں کو برش کیے اچھے سے سیٹ کیا۔۔۔

مگر ٹائی کیسے باندھے۔۔۔۔

ہزار کوششوں کے باوجود بھی وہ اسے باندھنے میں ناکام رہا۔۔۔

اس نے اسے اپنے گلے میں گول گول گھما کر ایسے ہی چھوڑ دیا۔۔۔۔

اور کسی سے مدد لینے کے لیے سیرھویوں سے نیچے اترنے لگا۔

ملک جنید جو نیناں کو اپنے ساتھ لیے اندر آ رہے تھے سامنے ہی ارزم پر نظر پڑی تو اس کے قریب گئے۔۔۔

واؤ۔۔۔ لکنگ ہینڈسم۔۔۔ انہوں نے اسے تو صیفی نظروں سے دیکھا۔

بس دو چیزیں ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔

انہوں نے اس کے گلے سے ٹائی اتار کر اپنے شانے پر رکھی۔۔۔۔

اور اس کی شرٹ کے بٹن کھولنے لگے۔۔۔۔

جو پہلا بٹن دوسرے کاج میں بند تھا اور دوسرا تیسرے میں۔۔۔۔

اس کے بٹن ٹھیک سے بند کے پھر اس کے گلے میں ٹائی لگائی۔۔۔۔

انگوٹھے کی مدد سے اسے تھمبر اپ کا نشان بناتے ہوئے ڈن کہا۔۔۔

وہ دونوں ہاتھوں سے بچوں کی طرح تالیاں بجانے لگا۔۔۔

نیناں نے متوحش چہرہ لیے اس کی حرکات و سکنات کو مفصل طور پر غور کیا۔

وہ جو بار بار آنکھیں پٹپٹا کر اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ اس کی کھلتی بند ہوتی آنکھوں کو دیکھ کر مبہوت رہ گیا۔

اس کی بڑی بڑی غلافی آنکھیں اسے اپنے سحر میں جکڑنے کی صلاحیت رکھے ہوئے

تھیں۔ جس پر گھنی پلکوں کی جھال پھیلی ہوئی تھی۔۔۔

جانے کیا کشش تھی جو اسے اپنی جانب مائل کر رہی تھی۔

اس نے نظر بھرا سے سر تا پا دیکھا۔۔۔

پستہ اور پلم کمر کے جدید طرز کے لانگ فراک اور پلازموں سر پر دوپٹہ اوڑھے اسے مسمرانز کر رہی تھی۔

ڈیڈ میری بیوی تو بہت پیاری ہے اس نے کچھ لمحوں بعد ہنستے ہوئے کہا۔

ڈیڈ وہ کہاں رہ گئے قبول ہے والے انکل اس نے باہر سے آنے والے راستے پر نگاہیں

دوڑائیں۔۔۔۔

مولوی صاحب کے آتے ہی سب لاونج میں بیٹھے۔۔۔۔

دلہن اور دولہے دونوں کی طرف سے محرم اور وکیل ہم ہی ہیں ملک جنید نے اپنی اور حشمت صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور گیٹ کے باہر موجود گارڈز کو بھی کال کر بلا لیا۔

اور یہ دونوں گواہ ہوں گے۔۔۔

مولوی صاحب نے نکاح کی رسم شروع کی۔۔۔۔

مولوی صاحب مجھے قبول ہے، قبول ہے، قبول ہے۔۔۔ ارزم نے جلدی سے کہا۔۔۔

تو وہ مسکرا نے لگے۔ بیٹا پہلے دلہن بولتی ہے۔۔۔۔۔

یہ کیا بات ہوئی؟؟؟ شادی مجھے کرنی ہے اور پہلے باری یہ لے گی۔۔۔۔ یہ تو آپ چیٹنگ کر

رہے ہیں اس نے منہ پھلاتے ہوئے کہا۔۔۔

ملک جنید نے منہ پر انگلی رکھ کر اسے بولنے سے منع کیا۔۔۔

تو اس نے خاموشی سے اپنا سر جھکا لیا اور اپنے ناخن دانتوں سے کترنے لگا۔۔۔۔۔

پھر دونوں طرف سے ایجاب و قبول کا سلسلہ ختم ہوا تو ملک جنید مولوی صاحب کو باہر تک

چھوڑنے گئے۔۔۔

بیوی بات سنو۔۔۔ وہ اس کے قریب ہوا۔۔۔ اپنی انگلیوں سے اس کے گال کو چٹکی میں

بھر کر زور سے زور سے جھٹکے دینے لگا۔۔۔

میری کیوٹ سی گولو گولو بیوی۔۔۔۔

سس اس نے اسکی بھری۔۔۔۔

اس کی آنکھوں میں نمی دیکھتے ہی اس نے اس کے سرخ ہوتے گال پر رحم کھاتے ہوئے اسے بخشا۔۔۔

سوری۔۔۔ اس نے ایک ہاتھ سے کان کو چھو کر کہا۔۔

میرا روم کہاں ہے؟ مجھے فریش ہونا ہے نیناں نے فی الوقت اس سے جان چھڑوانے کے لیے پوچھا۔

وہ سامنے روم ہے اس نے سامنے والے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔۔۔

تم جاؤ میں ڈیڈ کو گڈ نائٹ کہہ کر آتا ہوں۔

\*\*\*\*

موبائل آن کیا تو اس پر دس مسڈ کالز شو ہو رہی تھیں۔

وہ تو بالکل پاگلوں والی حرکتیں کر رہا ہے۔

نانی اماں یہ آپ نے مجھے کہاں پھنسا دیا۔ نکالیں مجھے یہاں سے۔۔۔

فون بند کر کہ وہ کچھ بڑبڑانے لگی۔۔

\*\*\*\*\*



نیناں کی آخری بات اس کے کانوں میں پڑی تو وہ دھاڑ سے دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہوا۔۔۔۔۔

اسے یوں سامنے دیکھ اس کے ہاتھوں سے موبائل چھوٹ کر گرا۔۔۔۔۔  
کس سے بات کر رہی تھی؟؟؟

کسی سے بھی نہیں۔۔۔ اس نے حیرت زدہ نظروں سے ارزم کے لہجے پر غور کیا۔۔۔  
جھوٹ مت بولو میں نے اپنے ان کانوں سے سنا ہے تم بات کر رہی تھی کسی سے فون پر۔۔۔۔۔

جیسے جیسے وہ اس کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔۔۔۔۔

وہ اس سے دور ہونے کے لیے الٹے قدم لیتے ہوئے آخر کار دیوار سے جا لگی۔  
بولو کس سے بات کر رہی تھی؟ اس نے نیناں کی گردن پر اپنے فولادی ہاتھ کی آہنی گرفت مضبوط کی۔۔۔۔۔

بولو۔۔۔۔۔ وہ دھاڑا۔۔۔۔۔

وہ میں میں۔۔۔۔۔ اس کے حلق میں سے دباؤ کی وجہ سے دبی دبی آواز نکلنے لگی۔۔۔۔۔

ارزم۔۔۔۔۔ چھوڑ۔۔۔ چھوڑیں مجھے۔۔۔ اس نے اپنی جان چھڑوانے کے لیے کہا۔  
کون ارزم؟؟؟؟

اس نے ابرو اچکاتے ہوئے تیکھے لہجے میں پوچھا۔ اس وقت اسکی سیاہ آنکھیں انگارے کی مانند دک رہی تھیں۔ جیسے ابھی اسے جلا کر بھسم کر دیں گیں۔۔۔

نیناں نے اس کا یہ بدلہ ہوا روپ دیکھا تو اس کی آنکھوں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ کہیں سے بھی پاگل نہیں لگ رہا تھا۔

میرا نام شیروان ہے۔۔۔۔۔ میر شیروان۔۔۔۔۔

میری ممانتہ ہے مجھے پیار سے کیا کہتی تھیں؟ اس نے یہ کہتے ہی لہجہ بدلتے ہوئے نرمی سے کہا۔

مگر وہ بے حسی و حرکت کھڑی اس کے پل پل بدلتے روپ پر سراپا تھی۔۔۔

پوچھو۔۔۔۔۔ اس نے بلند آواز میں کہا تو اسے اپنے کان کے پردے پھٹتے ہوئے

محسوس ہوئے۔۔۔۔۔

وہ مجھے پیار سے شیر و کہتی تھی تم بھی مجھ سے پیار کرتی ہو نہ؟؟

اس نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔ جو اس وقت خوف کے باعث باہر نکلنے کو تھیں۔

کرتی ہو نہ؟؟؟

نیناں کے کوئی بھی جواب نہ دینے پر اس نے اس کی صراحی دار گردن پر اپنی گرفت اور سخت کی۔ اور گردن پر رکھے ہاتھ سے ہی اسے زمین سے اٹھایا کہ اس کا وجود ہوا میں معلق ہو گیا۔۔۔

تو اس کے حلق سے آواز نکلنے سے انکار ہی ہو گئی۔

اس نے اپنی جان چھڑوانے کے لیے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔۔  
تو پھر بولو۔ شیرو۔۔۔۔۔

شش۔۔۔ شش شیرو۔۔۔ لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے حلق میں سے برآمد ہونے لگے۔۔۔۔۔

\*\*\*\*\*

urdu  
novels mania  
www.urdu novels mania.com

جس تن لاگے،

سو تن جانے،

کوئی نہ سمجھے پیڑ پرانی۔

چند بھولے بسرے تشدد بھرے پل اس کی آنکھوں کے پردوں میں لہرانے لگے۔

اس کی گردن سے ہاتھ اٹھاتے ہی اسے زوردار چکر آیا۔۔۔

آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے پیشانی کو مسلا۔  
چند لمحوں میں ہی وہ لہرا کر بستر پر ایسے گرا کہ اس کا دھڑ بیڈ پر اور ٹانگیں بیڈ سے نیچے لٹک  
رہی تھیں۔

نیناں نے ڈبڈبائی نظروں سے اسے دیکھا۔

وہ وہیں فرش پر گرنے کے انداز میں بیٹھتی چلی گئی۔

آنسو زار و قطار لڑیوں کی مانند اس کی آنکھوں سے بہنے لگے۔

یہ ضرور میرے گناہوں کی سزا ہے جو مجھے اس طرح مل رہی ہے۔

پری کے ساتھ کی گئی زیادتی میرے آگے آرہی ہے۔

ہم جو بھی برا کام اس دنیا میں کریں گے اس کی سزا ہمیں اس دنیا میں ہی ملے گی۔

میں صبح ہوتے ہی سچ سب کو بتا دوں گی۔ چاہے یہ لوگ مجھے گھر سے ہی کیوں نہ نکال

دیں۔ اس نے دل میں پختہ ارادہ کیا۔

نیناں نے اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ خوب و مرد، چہرے پر معصومیت، جانے اس کے

ساتھ کیا ہوا ہوگا جو اس کی یہ حالت ہوئی؟ اسے اپنے دل میں اس کے لیے ہمدردی محسوس

ہوئی۔

وہ اس مضبوط جسامت کے مالک کا تو ایک عضو بھی ہلا نہیں سکتی تھی کجا کہ اس کو بستر پر سیدھا کر کے لٹاتی۔ اس نے اس کے وجود پر کمفرٹر ڈالا۔  
اور خود کمرے میں موجود صوفے پر لیٹ گئی۔

\*\*\*

ارزم اور وہ دونوں باحفاظت ریت سے بھرے ٹرک پر گرے۔۔۔

ارزم نیچے اور عیون اس کے اوپر۔۔۔

ارزم نے شکر ادا کیا کہ زیادہ چوٹ نہیں لگی اور وہ دونوں بچ گئے۔۔۔

بس ایک دفعہ سارے جسم کی ہڈیاں ہل کر رہ گئیں تھیں۔۔۔

وہ جوا بھی تک ڈر آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ ارزم نے اسے آواز دی۔۔۔

اٹھو پلیز۔۔۔۔ ہمیں یہاں سے نکلنا ہوگا۔۔۔

وہ نہ اٹھی تو ارزم نے اس کا شانہ ہلایا۔۔۔۔

اس نے آنکھیں کھولیں تو ارزم نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھنے میں مدد دی۔۔ پھر وہ دونوں

ٹرک سے نیچے اتر کر آگے کی جانب بڑھنے لگے۔۔

عیون میں اب مزید چلنے کی سکت نہیں تھی۔

اسے اپنے جسم کا جوڑ جوڑ دکھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ ایک طرف کھلا میدان تھا۔

تو دوسری طرف آبادی۔۔۔۔

کس طرف جانا چاہیے؟

اس نے لمحے لمحے میں فیصلہ کیا۔۔۔

اپنے پیچھے آتے ہوئے لوگوں کے ڈر سے وہ اسے لیے ایک دیوار کے پیچھے چھپا۔۔۔

نزدیک آتے قدموں کی چاپ پر کچھ لمحوں کے لئے انہوں نے دم سادھ لیا۔۔۔

پھر ایک آدمی کی آواز آئی جو فون پر بات کر رہا تھا۔۔۔

مگر ان دونوں کو اس کی کوئی بھی بات سمجھ میں نہیں آئی کیونکہ وہ کوئی علاقائی زبان استعمال کر رہا تھا۔۔۔

ارزم نے کافی دیر بعد کوئی آواز نہ پا کر سر باہر نکال کر دیکھا کہ وہ لوگ وہیں ہیں یا جا چکے ہیں۔ تو وہاں کسی کو بھی نہ پا کر سکون کا سانس لیا۔

شاید وہ لوگ مایوس ہو کر وہاں سے جا چکے تھے۔

\*\*\*\*\*

پرنڈوں کی چھماہٹ نے صبح ہونے کی نوید سنائی تو اس نے اپنی آنکھیں واہ کیں۔۔۔

وہ سامنے صوفے پر سمٹ کر لیٹی تھی۔۔۔۔

صبح بخیر!

اس کے قریب آتے ہی کہا۔۔۔

اس نے کسمسا کر اپنی آنکھیں کھولیں تو وہ سامنے کھڑا اسی کی طرف متوجہ تھا۔۔

وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اور کمفر ٹریچھے کیے اپنے کپڑے درست کیے۔۔

مجھے سخت بھوک لگی ہے بیوی۔۔۔

آج میں اپنی بیوی کے ہاتھ کا ناشتہ کروں گا۔۔۔۔

جاؤ نہ جلدی سے میرے لیے اچھا سا ناشتہ ریڈی کرو۔۔۔

لل۔۔ لیکن مجھے تو کچھ بھی بنانا ہی نہیں آتا اس نے سر جھکائے شرمندگی سے کہا۔

تم کیسی پھوہڑ بیوی ہو؟ تمہیں کچھ بھی نہیں آتا

پتہ ہے میرے بابا کی بیوی کو سب بنانا آتا ہے۔ اس نے نیناں کی معلومات میں اضافہ کرنا چاہا۔۔

اچھا چلو ہم دونوں مل کر ناشتہ بناتے ہیں۔۔۔۔

وہ دونوں فریش ہونے کے بعد کچن میں آئے۔

کافی بنا کر مگ میں ڈالی۔۔ ایک بوائے کیے۔ اور ٹوسٹ سینکے۔۔۔

بہت ہی بورنگ بریک فاسٹ ہے آج تو۔۔۔ اس نے بد مزہ ہو کر برا سامنے بناتے ہوئے

کہا۔۔۔

نیناں نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا جو گھر میں خود اٹھ کر پانی بھی نہیں پیتی تھی۔۔۔ آج پہلی بار اپنے ہاتھوں سے کچھ بنایا تھا اور اس کے خنجرے ہی نہیں ختم ہو رہے تھے۔۔۔ تم بھی کھاؤ۔۔۔ اس نے نیناں کو بھی آفر کی۔۔۔

اس نے اپنی بڑی بڑی غلافی آنکھوں سے اسے گھور کر دیکھا۔۔۔ ارے بیوی ایسے غصے سے کیوں دیکھ رہی ہو؟

اواچھا۔۔۔۔ اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔۔۔

تمہاری تعریف نہیں کی کہیں اس لیے تو نہیں۔۔۔ ادھر آؤ تمہاری تعریف کروں۔۔۔ اس نے انگلی کے اشارے سے اپنے قریب بلایا۔۔۔

اس نے ادھر ادھر دیکھا۔۔۔۔

ادھر ادھر کیا دیکھ رہی ہو؟ تمہیں ہی بلارہا ہوں۔۔۔۔

وہ تھوڑا اس کے قریب آئی۔۔۔۔

نیناں کے چہرے کے قریب اپنا چہرہ کیے اس سے پہلے کہ وہ کوئی جسارت کرتا نیناں اس کا ارادہ بھانپتے ہوئے وہاں سے بھاگی۔۔۔۔

مجھے نہیں چاہیے کوئی بھی تعریف۔۔۔۔

نیناں آگے آگے اور وہ اس کی چالاکی پر ہنستے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے۔۔۔۔



ایک ہی جست میں اس کے قریب پہنچتے اس نے نیناں کی پشت سے ہاتھ گزارتے اس کی کمر سے پکڑا۔۔۔ کہ سامنے سے اپنے بابا کو سیڑھیوں سے اترتے ہوئے دیکھ کر پیچھے ہوا۔

ملک جنید کو اسے یوں خوش دیکھ کر تسلی ہوئی انہیں آج بھی وہ دن یاد تھا جب اس کا سائیکل سٹ کے پاس فرسٹ سیشن تھا۔۔۔

اور ڈاکٹر حریرہ کے کسی بھی سوال کا اس نے کوئی بھی جواب نہیں دیا۔۔۔ اور کافی ہائپر رہا تھا سارے سیشن کے دوران۔۔۔

ملک جنید جو باہر تھے۔۔۔ جانے سے پہلے ماہر نفسیات سے ملنے ان کے کمرے میں آئے۔۔۔

سر پلیزان پر بہت زیادہ محنت کی ضرورت ہے۔

یہ بالکل بھی کا پریٹ نہیں کر رہے۔۔۔ ڈاکٹر حریرہ آفندی نے پریشانی سے کہا۔

پہلے مجھے ان سے ذرا دوستی کر کہ جان پہچان بڑھانی پڑے گی۔ پھر ہی شاید وہ مجھے کچھ بتا سکے۔

نیکسٹ سیشن میں گھر میں ہی آکر کروں گی دوستانہ ماحول میں تاکہ وہ ٹھیک طریقے سے سب بتا سکے۔ ڈاکٹر حریرہ نے مسئلے کا حل بتایا۔

ٹھیک ہے ڈاکٹر جیسا آپ کو مناسب لگے۔ بہت شکریہ کہتے ہی وہ اٹھ کر کھڑے ہوئے اور باہر نکل گئے تاکہ اسے گھر لے جاسکیں۔

\*\*\*\*\*

انہیں ایک دن اور رات ہو چکی تھی یوں چھپتے ہوئے۔۔۔  
 آج شام کے وقت ارزم توحید آخر کار اپنی منزل پر پہنچ ہی گیا۔ وہ یہاں پہلے بھی کئی بار آچکا تھا اسلیے اسے یہاں کہ راستے اچھی طرح ازبر تھے۔  
 وہ دونوں تھکن اور بھوک سے بری طرح نڈھال تھے۔  
 وہاں پر سامنے ایران چھابریورٹ کا بورڈ نظر آتے ہی اس کی آنکھوں میں امید کی کرن چمکی۔

وہاں پر بڑے بڑے کارگو اور کنٹینرز تھے۔

جن میں سامان امپورٹ کیا جا رہا تھا۔

سمندر میں کھڑا چلنے کے لیے تیار جہاز ہی انہیں یہاں سے اپنی نجات کا واحد راستہ لگا

ارزم اس کا ہاتھ تھام کر سمندر کی جانب بڑھنے لگا۔۔۔

یہ کیا کر رہے ہیں؟ بس بہت ہو گیا۔۔۔ چھوڑیں میرا ہاتھ مجھے آپ کے ساتھ اور کہیں بھی

نہیں جانا۔۔۔ اس نے اپنا ہاتھ اس کی نرم گرفت سے آزاد کیا۔۔۔

میں تمہیں اغواء نہیں کر رہا بلکہ تمہاری جان ہی بچا رہا ہوں۔ لیکن چھوڑوں تم نہیں سمجھو گی۔۔۔۔ اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

اس جہاز تک پہنچنا ہے کسی بھی صورت۔۔۔

وہ اسے ساتھ لیے گہرے پانی میں اترنے لگا۔۔۔

آپ مجھے مارنا چاہتے ہیں تو صاف صاف بتادیں۔۔۔ اس نے درشتگی سے کہا۔  
کیسی باتیں کر رہی ہو؟

اس ملک سے نکلنے کے لیے اس کے سوا ہمارے پاس اور کوئی طریقہ نہیں۔

نہ ہمارے پاس کوئی شناخت ہے، ہم ال لیگل طریقے سے ہی یہاں سے نکل سکتے ہیں۔

جلدی کرو اس سے پہلے کہ یہ موقع بھی ہاتھ سے نکل جائے۔۔۔

ارزم نے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا کہ سمندر کی تیز موجوں کے بہاؤ میں اسے کوئی نقصان نہ پہنچے۔

مگر وہ اسے نظر انداز کرتی ہوئی دوسری جانب چل پڑی۔  
www.urduNovelsMania.com

کہاں جا رہی ہو تم؟ ارزم نے اس کے بڑھتے قدموں کا تعاقب کیا۔

اس کے کوئی جواب نہ دینے پر ارزم نے اس کا شانہ تھام کر اس کا رخ اپنی جانب

موڑا۔۔۔

میں نے کچھ پوچھا ہے؟

اس نے ابرو اچکا کر سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

بھاڑ میں جا رہی ہوں چلیں گے ساتھ میں؟

اس نے تیز لہجے میں کہا۔

بالکل۔۔۔ اس نے جھٹ مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اس نے ناراضگی سے منہ پھلائے پھر سے چلنا شروع کیا۔۔۔

اس پھر سے اپنا پیچھا کرتے دیکھ۔۔۔۔۔ رک کر پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔

اب آپ میرا پیچھا کیوں کر رہے ہیں؟

آپ جائیں اپنے راستے۔۔۔ اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

دنیا کا ہر راستہ مجھے تم تک ہی لائے گا

میں جہاں کہیں بھی چلا جاؤں میرے ہر سفر کی منزل صرف تم ہی ہو۔۔۔

ارزم نے اس ستواں ناک کو ہولے سے اپنی پوروں سے دباتے ہوئے کہا۔

میرے ساتھ فضول باتیں کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھے ایسی باتوں کی بالکل بھی سمجھ

نہیں آتی۔ اس نے اسے نظر انداز کرتے ہوئے گہرے پانی کی طرف چلنا شروع کر

دیا۔ جس سے اس کا عبائے کے نیچے کا کافی حصہ گیلیا ہو چکا تھا۔

اس کی اس حرکت پر ارزم کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا۔

وہ ایک ہاتھ سے اپنے بالوں میں انگلیاں گھسائے سمندر میں کھڑے بحری جہاز کو دیکھ رہا تھا جو چلنے کا اشارہ دے رہا تھا۔

جہاز نکلنے والا ہے۔ وقت برباد مت کرو جلدی چلو یہاں سے۔ ۔ ۔ ۔ ارزم نے اس کی توجہ  
حلیتے والے جہاز کی طرف دلائی۔

آہ! اس کے منہ سے ایک درد بھری کراہ نکلی۔۔۔

پانی میں شاید کوئی نوکیلی شے چھبنے کی وجہ سے وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی۔ اور سمندر کی تیز لہر اس کے نازک وجود کو بہا کر لے گئی۔

\*\*\*\*

اسلام و علیکم! ڈاکٹر نے حریہ آفندی نے لاؤنج میں قدم رکھتے ہی کہا۔

وعلیکم اسلام! ملک جنید نے اسے جواب دیا

آئیے بیٹھے پلیز انہوں نے اسے سامنے صوفے پر بیٹھنے کے لیے کہا۔

ہیلو کیسے ہیں آپ ؟؟ وہ جو پوری طرح ایک سی ڈی پر لگے کارٹون دیکھنے میں منہمک تھا۔

اس کے متوجہ کرنے پر چونک کر اس کی طرف دیکھا۔۔۔

حرمیہ آفندی نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔۔۔

جبے اس نے کچھ لمحوں کے تھام کر چھوڑا جیسے اس پر احسان عظیم کیا ہو۔۔۔

اور پھر سے نظریں ایل سی ڈی پر جمائیں۔۔۔

نیناں نے ٹیبل پر لا کر جو سر رکھا اور سلام کیا۔۔

اور ایک گہری نگاہ اس کی شخصیت پر ڈالی۔

مناسب قد، صاف رنگت، پرکشش نو عمر ڈاکٹر، پر جانے کیوں اس کی خوبصورتی بھی اسے بھلی نہ لگی۔۔۔

ڈاکٹر نے بھی اس کے سلام کا خوش دلی سے جواب دیا۔

چند ادھر ادھر کی باتوں کے بعد وہ پھر سے ارزم کی جانب متوجہ ہوئی۔

کیا آپ کے گھر آئے مہمانوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے؟ ڈاکٹر حریر نے لہجے میں مصنوعی خفگی لیے کہا۔

کیا مجھے آپ اپنا روم نہیں دکھائیں گے؟

نیناں جو شروع سے لے کر اب تک کی کارروائی دکھ رہی تھی اسے ڈاکٹر حریر کی ارزم کو

لے کر بے تکلفی ایک آنکھ نہ بھائی۔۔۔

اور اب آخری فرمائش اسے اپنا روم دکھانے کی سن کر اسے تو جیسے اپنا دماغ ہی ماؤف ہوتا ہوا محسوس ہوا۔

ارزم بیٹھا جاؤ۔۔ انہیں اپنا روم دکھاؤ۔۔۔ ملک جنید نے اسے کہا۔۔۔

تاکہ وہ ڈاکٹر کے ساتھ اکیلے میں اپنی کوئی بھی ایسی بات شیر کر سکے کہ جس سے وہ سب اس کی اس حالت کا سبب جان سکیں۔۔۔

وہ غصے میں اٹھا اور ریوٹ وہیں صوفے پر پھینکتے ہوئے تن فن کرتا ہوا اپنے روم کی طرف بڑھنے لگا۔۔۔

تو ڈاکٹر حریہ آفندی بھی اس کے پیچھے پیچھے روم میں داخل ہوئی۔۔۔

ارزم نے ایک ہی جست میں اس کے بہتے ہوئے وجود کو ہاتھ بڑھا کر بچا لیا۔۔۔۔۔

مگر اسے چوٹ کی وجہ سے چلنے میں دشواری پیش آرہی تھی۔

ارزم نے اسے اپنی بانہوں میں بھر کر چلنا شروع کر دیا۔۔۔

چھوڑیں مجھے کیا کر رہے ہیں؟ اس نے اس کے سینے پر مکے برساتے ہوئے شدید احتجاج کیا۔۔۔

خاموش رہو۔۔۔ کر کہ دیکھ لی نہ اپنی من مانی۔۔۔ کبھی کسی دوسرے کی بھی سن لیا کرو۔ یا

یونہی من مانی کرنے کی عادت ہے اس نے زرا سخت لہجے میں اسے لتاڑا۔

بحری جہاز کے پچھلی سائیڈ پر ایک لٹکتی ہوئی رسی نظر آئی تو اس نے تیزی سے اسی کی

جانب اپنے قدم بڑھائے۔۔۔۔۔

اس کے قریب پہنچتے ہی اس نے عیون کو نیچے اتارا۔۔۔

پہلے تم اس رسی کو پکڑ کر اندر جانے کی کوشش کرو۔۔۔

میں تمہارے پیچھے پیچھے آتا ہوں۔

لل لیکن۔۔۔۔ میں کیسے؟ اس نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے یہ لفظ ادا کیے۔۔۔

پھر حیران نظروں سے اونچے بحری جہاز کو دیکھا۔

میں تمہیں اوپر کرتا ہوں تھوڑی سی کوشش تمہیں بھی کرنی پڑے گی اس نے کہا۔

ارزم نے اس کی کمر کی دونوں سائیڈ پر ہاتھ رکھ کر اسے اوپر اٹھانا چاہا۔۔

عیون نے مڑ کر اسے گھورا۔۔۔۔

پلیز!!! ارزم نے التجائیہ لہجے میں کہا۔

اسے اٹھا کر تھوڑا اوپر کیا تو وہ رسی کی مدد سے تھوڑی تگ و دو کے بعد اندر کودنے میں

کامیاب ہو گئی۔

اس کے اندر جانے کے بعد ارزم بھی رسی کی مدد سے اندر کود چلا گیا۔

کچھ دیر میں جہاز اپنی منزل کو روانہ ہوا۔۔۔

وہ دونوں گہری رات کی سیاہی میں چمکتے ہوئے ستاروں کو تکیں میں محو تھے۔۔۔

ارزم کی کچھ دیر بعد اس پر نظر پڑی تو اس کا وجود نڈھال لگ رہا تھا۔



اس کے گال سرخی مائل لگے۔۔۔ اور اس کی آنکھیں بھی ادھ کھلی تھیں۔

اس نے اس کے قریب آ کر اس کے گال کو چھوا۔۔۔۔

وہ بخار کی شدت سے دہک رہے تھے۔

اس کے بال گیلے ہونے کے باعث اس کے گالوں سے چپکے ہوئے تھے۔

عبایا بھی تک نم تھا۔ شاید گیلے کپڑوں اور ٹھنڈ کی وجہ سے اسے بخار ہو چکا تھا۔

اب کیا کروں؟ اس نے تشویش سے سوچا۔

اس نے تو کچھ کھایا بھی نہیں ہوا۔۔۔ ارزم نے فکر مندی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اگر میں اندر گیا اور مجھ سے کسی نے شناخت مانگی تو کیا کروں گا؟ اس نے خود سے ہی سوال کیا۔

بالآخر وہ اندر کی طرف بڑھنے لگا۔۔۔

جہاز میں ان گنت کمرے تھے۔ جہاز پوری طرح فرنشڈ تھا۔ اس میں ہر طرح کی جدید طرز کی تزئین و آرائش کی گئی تھی۔۔۔۔۔

وہاں چلتے پھرتے لوگوں میں سے کچھ نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

مگر وہ پراعتما دی سے چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا

اور کسی کو بھی کچھ محسوس نہیں ہونے دیا۔

کافی راستوں سے گزرتا ہوا آخر کار وہ جہاز میں بنے کچن تک پہنچ ہی گیا۔  
وہاں کے ہیڈ خانساں نے اسے دیکھ کر پوچھا۔  
کیا چاہیے آپ کو؟

ارزم نے کچھ کھانے کے لیے مانگا تو اس نے تھوڑی دیر میں ہی گرما گرم بھاپ اڑاتی کافی  
اور دو سینڈوچز اس کی طرف بڑھائے۔

وہ پلیٹ اور مگ لیے باہر آگیا ہال میں رکھی ٹیبل اور چیر پر بیٹھ گیا۔  
ایک بانٹ سینڈوچ کی کی تاکہ کسی کو شک نہ ہو۔

جب اسے لگا کہ کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہے تو آہستگی سے اٹھ کر وہاں سے باہر  
نکلا۔۔۔

کوئی ملازم شاید جہاز کی لائنڈری سے کمروں کے پردے اور ٹیبلز کے کورز شاید ٹرالی میں رکھ کر  
کارہاتھا

اس کا دھیان دوسری طرف ہوتے ہی ارزم نے ایک بھاری پردہ وہاں سے اچکا لیا۔ اور  
تیزی سے باہر نکل گیا۔

اس کے قریب آتے ہی اس کے سر سے گلیے سکارف کو علیحدہ کیا۔

اٹھو کچھ کھا لو۔۔۔ اس نے اسکا گال تھپتھپا کر اسے اٹھانا چاہا۔۔۔  
مجھے تو تمہارا نام بھی نہیں پتہ اگر نیناں وہ تھی تو تمہارا نام کیا ہے؟  
کیا کہوں تمہیں؟ اس نے دھیے سے کہا۔

اس کے دہکتے سرخ و سفید گال اور اس پر گرمی نم پلکوں کی جھلر اسے اپنے سحر میں جکڑ رہی تھی۔ گلابی بھرے بھرے لب، اور ستواں ناک میں چمکتا ہوا لونگ اس کی شخصیت کو مزید سحر انگیز بنا رہے تھے۔

ایک خواہش کی اس کے دل نے ہاتھ بڑھا کر اسے چھونے کی۔  
مگر اپنے دل پر قابو پاتے ہوئے اس کے دلکش تقوش سے اپنی نظریں پھیر لیں۔  
اور دل ہی دل میں اسے ایک نام دے ڈالا۔

اس نے آنکھیں کھولیں تو اوزم نے سینڈوچ اس کے منہ میں ڈالا تو وہ اس سے سینڈوچ لے کر خود ہی ہو لے ہو لے کھانے لگی۔۔۔ اسے بھی شاید بھوک لگی تھی جو اس نے انکار نہیں کیا۔

تم اپنا گیلہ عبا یا اتار کر یہ چادر پلیٹ لو ورنہ مزید بیمار ہو جاؤ گی۔ اس نے وہ بھاری پردہ اس کی طرف بڑھایا۔

اور خود چہرہ دوسری طرف کر کے کھڑا ہو گیا۔

اس نے اٹھ کر عجایا اتار کر ایک طرف پھیلا دیا۔

اور اپنے اوپر چادر لپیٹ لی۔

ارزم نے کافی کامگ اس کے منہ سے لگایا تو

تو اس نے گھونٹ گھونٹ بھر کر کافی پینا شروع کر دی۔

گرم سیال کے اندر جاتے ہی اس کے جسم کو تھوڑا سکون ملا۔

اس ٹھنڈے موسم میں ارزم کو خود بھی کافی کی شدید طلب محسوس ہو رہی تھی مگر اسے اس

وقت اس نے خود کو نظر انداز کیا اسے صرف اس کی پرواہ تھی۔

ارزم نے اپنی جیکٹ فولڈ کر کے رکھی تاکہ وہ اس پر اپنا سر رکھ کر لیٹ جائے۔

ارزم ایک پلر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

وہ اسی جیکٹ پر اپنا سر رکھے اپنے اوپر وہ بھاری پردہ پھیلائے ہوئے لیٹ گئی۔ چند لمحوں

میں ہی نیند نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

ارزم بھی ٹھنڈ کے باوجود تھوڑی دیر بعد تھکاوٹ کے باعث پوری طرح غافل ہو گیا۔

\*\*\*\*\*

رات کی سیاہی دھیرے دھیرے دن کے اجالے میں بدلنا شروع گئی۔۔۔

سورج کی سنہری کرنوں نے صبح ہوتے ہی ان کے چہروں پر جھلک دکھلا کر اپنی آمد کی نوید دی۔

انہوں نے اپنی مندی آنکھوں کو کھولتے ہوئے اپنے ارد گرد ایک تفصیلی نگاہ دوڑائی۔۔۔ آسمان پر پنچھی ہوئی نیلی چادر پر پرندے اپنی رفتار سے اڑان بھرتے ہوئے یقیناً اپنی خوراک کی تلاش کے لیے سرگرداں تھے۔

موسمی تبدیلی کی وجہ سے ہوا میں خنکی مزید بڑھ چکی تھی۔ تیز ہوا کہ ٹھنڈے جھونکے نے ارزم کو کپکپانے پر مجبور کر دیا۔

ارزم جواٹھ کر کھڑا ہوا سا راجازہ لے رہا تھا ٹھنڈ کے باعث اپنے دونوں ہاتھ اپنے گرد باندھے۔۔۔

عیون اس وقت خود کو کافی بہتر محسوس کر رہی تھی چادر کو اپنے گرد اچھی طرح لپیٹتے ہوئے اٹھی اور باہر دیکھا تو دور دور تک شفاف گہرا پانی ہی پانی نظر آیا پانی پر چمکتی ہوئی سورج کی روشنی اک عجب سماں باندھ رہی تھی۔ گہرے سمندر کے وسط میں خود کو پا کر یہ نظارہ دیکھنا بڑا دلکش لگا۔

کاش یہ سفر کبھی ختم ہی نہ ہو۔۔۔ وہ دل میں آئی ہوئی بات کو زباں پر لے ہی آیا۔ عیون نے حیران نظروں سے اس کی عجیب خواہش پر اسے دیکھا۔۔۔

آپ کا نام کیا ہے؟ ارزم نے اس سے پوچھا۔

کافی جلدی نہیں یاد آگیا آپ کو یہ پوچھنا۔۔۔ اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

میں کسی بھی ایرے غیرے کو اپنا نام نہیں بتاتی اس نے یہ کہتے ہوئے اپنی ناک سکڑی۔

میں کسی تھوڑی آپ کا اپنا ہوں۔۔۔ اس تھوڑا اس کے قریب آ کر کہا۔

بہت ہی خوش فہمی میں مبتلا ہیں آپ تو۔۔۔

آپ ہی کی وجہ سے آج میں اس مصیبت میں مبتلا ہوئی ہوں۔۔۔

نہ آپ میرا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے بھاگتے نہ میرا سامان مجھ سے کھوجاتا۔۔۔

اور نہ ہی آج ہم یہاں ہوتے۔۔۔

میری اس حالت کے ذمہ دار صرف آپ ہیں وہ غصے میں اس پر ابل پڑی۔۔۔۔

جتنی تمہاری صحت ہے اتنا غصہ کرنا تمہاری صحت کے لئے مضر ہے۔۔۔ وہ اس کے

نازک سراپے پر چوٹ کرتا مسکرا کر بولا۔

آپ کو میری صحت کی پرواہ میں گھلنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

وہ ہنکارا بھرتے ہوئے واپس دھپ سے جہاز کے فرش پر بیٹھی۔۔۔۔

بڑی ظالم ہو تم۔۔۔ اس نے چہرے پر افسردگی لاتے کہا۔

نام نہیں بتانا پھر؟

نہیں اس نے ضدی لہجے میں کہا۔

آج سے پہلے میں کبھی کسی سے ضد نہیں لگائی سب کی ہمیشہ بات مانی، جانے کیوں؟ دل اس سے ضد کرنے کو کر رہا تھا۔ اس نے دل میں سوچا۔۔۔

تم یہاں ایران میں کیا کر رہی تھی؟

ارزم نے یونہی وقت گزاری کے لیے سوال پوچھا۔

یہ آپ مجھ سے اتنی جانچ پڑتال کیوں کر رہے ہیں؟ اس نے الٹا اسی سے سوال پوچھا۔

میں نے تو ویسے ہی پوچھا تھا۔۔۔ نہیں بتانا تو مت بتاؤ۔۔۔ زبردستی تھوڑی ہے۔ اب اور کتنی دیر خاموش رہیں گے۔۔۔۔۔ وہ بولا۔

عمرے کے لیے آئی تھی اپنی دوست صبا زاہر کی فیملی کے ساتھ پھر عراق ایران زیارتوں پر بھی آئی تھی بس اس دن ہی واپسی تھی جس دن بد قسمتی سے آپ سے ٹکرا گئی۔ اس نے شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نے حرم پاک میں اپنے محرم کے لیے دعا کی تھی۔ اللہ پاک اتنی جلدی دعائیں مستجاب کرتا ہے میرے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ آپ اتنی جلدی یوں میرے سامنے آجائیں گے۔ مگر میں آپ کی زندگی میں کبھی بھی نہیں آؤں گی۔

مجھے پھر سے اپنی شناخت کے لئے ذلیل و رسوا نہیں ہونا۔

میں پھر سے اپنے لیے ناجائز اولاد کا طعنہ نہیں سن سکتی۔

میں نے خود کو بہت مشکل سے سنبھالا ہے۔

میں اپنی وجہ سے آپ کو کسی بھی مصیبت میں مبتلا نہیں ہونے دوں گی۔

میرا ساتھ کسی کے لیے بھی خوش بختی نہیں۔۔۔۔

میں خود کو آپ سے دور رکھوں گی۔

چاہے جو بھی ہو جائے کبھی بھی آپ کو اپنے اور آپ کے حقیقی اور شرعی رشتے کے

بارے میں نہیں بتاؤں گی۔ اس نے دل میں پختہ عہد کیا۔

ان چند دنوں میں ہی آپ کی اچھائی مجھ پر ظاہر ہو چکی ہے۔

آپ مجھ سے کئی گنا زیادہ بہترین شریک حیات کے مستحق ہیں۔ اس نے دل میں سوچا۔

تم امام صاحب کی بیٹی ہونہ؟

ارزم توحید نے اس کی خاموشی پر پھر سے ایک بار سوال کیا۔

\*\*\*\*\*

نہیں میں ان کی بیٹی نہیں ہوں۔

اس سچائی سے کہا۔



ایک حافظہ کو جھوٹ بولنا زیب نہیں دیتا اس نے تلخ لہجے میں کہا۔۔۔

میں کوئی جھوٹ نہیں بول رہی میں ان کی بیٹی نہیں۔۔۔

اس دن تم ہی تھی نہ ہمارے گھر میں تلاوت قرآن پاک کرتے ہوئے۔

تمہاری آواز سن کر ہی میری روح نے تمہارے ساتھ کی تمنا کی تھی۔۔۔۔

اس دن تم ہی تھی نہ ٹیرس پر اپنی دوستوں کے ساتھ جب میں نکاح کے لیے تمہارے گھر

آیا تھا میری ان باتوں کا کیا جواب ہے تمہارے پاس؟

یا پھر یہ کہ دو کہ جو بھی میری آنکھوں نے دیکھا، وہ سب جھوٹ تھا اس کے لہجے میں

ٹوٹے کانچ کی سی چھنک تھی۔

نورِ عیون نے نظریں دوسری جانب پھیر لیں۔۔۔

جھوٹے لوگ ہیں نظریں نہیں ملا پاتے۔۔۔۔

سچ بولنے کی ہمت ہے تو میری آنکھوں میں میں دیکھ کر بولو۔۔۔۔

اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

ہاں میں ہی تھی اس نے تقریباً چلا تے ہوئے تیز آواز میں اسے جواب دیا۔۔۔

میرا نکاح تم سے ہی ہوا تھا نہ ملک ارزم توحید اصل سوال کی طرف آیا۔۔۔۔۔

ایک لمحے کے لیے تو وہ ارزم کے سوال پر حق دق رہ گئی۔۔۔

مگر خود کو مضبوط ظاہر کرتی ہوئی بولی۔۔۔ آپ کا رشتہ امام صاحب کی بیٹی کے لئے آیا تھا۔  
تو نکاح بھی اسی سے ہی ہوا ہوگا۔ مہربانی کر کے میری جان بخش دیں اس نے اپنے  
دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔۔۔

اور ہاں میں آپ کے مزید کسی سوال کا جواب دینے کی پابند نہیں ہوں ہے برائے مہربانی  
مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں میرا کسی سے کوئی رشتہ نہیں اور نہ ہی میں میں بنانا چاہتی ہوں  
وہ اپنے سوکھے ہوئے سکارف کو لہینے کے لئے لیے دوسری طرف طرف مڑی تو تیز ہوا  
کے باعث اس کے بالوں کی چند آوارہ لٹیں اس کے گالوں کو چھونے لگیں۔  
ارزم میں آگے بڑھ کر ایک ہاتھ کی مدد سے ان لٹوں کو اس کے کان کے پیچھے اڑسنا چاہا تو  
عیون نے اس کا ہاتھ زور سے جھٹکا۔۔۔

میری روح اور دل دونوں اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ تم سے ہی میرا پاکیزہ رشتہ  
ہے۔ اور صرف تمہیں ہی میری منکوحہ ہونے کا حق حاصل ہے اور کسی کو نہیں۔ جسے دل  
سے اپنا مانا جائے رشتہ بھی اسی سے ہوتا ہے۔ اس نے اپنے دلی جذبات سے اس کو آگاہ  
کرنا چاہا۔

دل کی باتیں لفظوں کی دھوکے بازی کے سوا اور کچھ نہیں، میں دل کی باتوں پر یقین نہیں  
رکھتی۔ اس نے سر پر سکارف لیا اور دوبارہ سر سے پاؤں تک چادر تانے لیٹ گئی۔۔۔

یہ اس بات کا واضح اشارہ تھا کہ اب وہ مزید اس سے کوئی بھی بات نہیں کرنا چاہتی۔

\*\*\*\*\*

حیات کی شادی کے کچھ عرصہ بعد ہی اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے رحمت سے نوازا تو اس نے یہ خوشخبری اپنی والدہ خورشید بیگم کو بھی سنائی۔۔۔۔

اپنی بڑی بہن کائنات کے لیے بھی دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی اولاد کی نعمت عطا کرے۔ انہوں نے حیات سے کہا۔۔۔۔

انشاء اللہ ضرور کروں گی۔ اللہ پاک ضرور آپنی کی بھی گود جلدی بھر دیں گے۔ اس نے کہا۔ خورشید بانو کی دوست گانگی کالو جسٹ نے کائنات کا علاج جاری رکھا تو حیات کے دو ماہ بعد ہی کائنات کو بھی خوشخبری مل گئی۔۔۔۔

میر شاہزیب تو خوشی سے پھولے نہ سمار رہا تھا۔ اور یہی عالم خورشید بانو کا بھی تھا آخر شادی کے اتنے سالوں بعد ان کی بڑی بیٹی کی بھی سونی گود بھرنے والی تھی۔

\*\*\*\*\*

خورشید بانو کی دو بیٹیاں جن کی پرورش انہوں نے ان دونوں کے حقیقی باپ کے چلے جانے کے بعد ان کے سوتیلے باپ کے ساتھ مل کے ان کے بچپن سے کی تھی۔ ان کے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی ان دونوں کی شادی کے فرض سے سبکدوش ہو چکی تھی۔

حیات اپنی ڈلیوری کے لیے ان کے پاس آئی ہوئی تھی۔

کہ میر شاہزیب نے کائنات کی ہر وقت خراب رہتی طبیعت کے پیش نظر اسے بھی خورشید بانو کے گھر ہی چھوڑ دیا تاکہ وہ کائنات کا بھی اچھے سے خیال رکھ سکیں۔

اسی گاؤں کے ایک نجی ہسپتال میں حیات نے آج صبح دو جڑواں بچوں کو جنم دیا تھا۔ اس کا شوہر ملک جنید اس وقت کسی بزنس میٹنگ کے لئے بیرون ملک میں تھا۔ اسی لیے وہ ان کے پاس آئی ہوئی تھی۔

دوپہر کے وقت کائنات کی بھی اچانک طبیعت خراب ہونے پر شاہزیب اسے بھی اسی ہسپتال لے گیا جہاں حیات اور خورشید بانو پہلے سے ہی موجود تھیں۔

کائنات ہائی بلڈ پریشر کو ڈاکٹر کنٹرول کرنے میں ناکام رہے اور بچے کی ہارٹ بیٹ بھی نارمل نہ لگتے ہوئے ڈاکٹر نے اس کا آپریشن کرنے کا فیصلہ لیا۔

کائنات نے ایک ست ماہی بچی کو جنم دیا۔

تو کچھ دیر بعد میر شاہزیب نے خورشید بانو کے پاس آکر ان کو جو خبر سنائی۔ وہ بات ان کے پیروں تلے کی زمین کھینچنے کو کافی تھی۔

کائنات نے مردہ بچی کو پیدا کیا۔۔۔ میں ابھی اس کی تدفین کر کے آیا ہوں۔۔۔۔

مگر مجھے ایک بار بچی کو دیکھنے تو دیتے انہوں نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں اس سے شکوہ کیا۔۔۔

دیکھیں اماں حضور وہ پہلے ہی بہت بیمار تھی اگر اسے پتہ چلے گا کہ اس کی بیٹی ہی مردہ پیدا ہوئی تھی تو وہ کہیں۔۔۔۔۔

کچھ مت کہو انہوں نے اسے مزید بولنے سے روکا۔

کہیں میری ایک بیٹی اس روح فراساں خبر کو سن کر اپنی زندگی کی بازی ہار نہ جائے۔ انہوں نے دل میں سوچا۔ اور ایک بہت بڑا فیصلہ لیا۔

ایک بیٹی کے ایک نختِ جگر کو اٹھا کر دوسری بیٹی کے ساتھ رکھ دیا۔

میر شاہزیب کی نظروں میں حیات کے دونوں جڑواں بچے صبح سے ہی کھٹک رہے تھے۔

\*\*\*\*\*

شاہزیب وہ گھر میری امی جان کا آخری سہارا ہے میں کیسے کہوں ان کو کہ وہ گھر بیچ کر آپ کو پیسے دے دیں۔ وہ بے گھر ہو جائیں گی۔ کائنات نے پریشانی سے کہا اور اس کا غصہ کم کرنے کے لیے ٹھنڈا اثر بت بنا کر گلاس اس کے آگے رکھا۔

ابھی کے ابھی منگو یہاں سے ایک لمحہ بھی اب مزید تمہیں اس گھر میں برداشت نہیں کروں گا۔ اس نے کھونٹی سے لٹکتی ہوئی بڑی سی چادر اس کی طرف اچھالی۔

تمہیں سب کی پرواہ ہے سوائے میرے۔۔۔۔ تب تک واپس نہ آنا جب تک پیسے نہ ملیں اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

مجھے آپ کے پاس رہنا ہی نہیں وہ بھی غصے سے منہ بنا کر بولی اور میر شیران کا ہاتھ تھام کر باہر کا رخ کیا۔

اسے کہاں لے جا رہی ہو؟ میر شاہزیب نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے ننھے پانچ سالہ میر شیران کا ہاتھ چھڑوانا چاہا۔

تمہارے پاس دودن کا وقت ہے پیسوں کا انتظام کر کے رکھنا لے جاؤ اسے بھی اس نے کچھ سوچتے ہوئے اس کا ہاتھ چھوڑا۔۔۔۔۔

\*\*\*\*\*

وہاج احمد فوج سے ریٹائر ہو چکے تھے۔ اور اب وہ اپنی جاب کے سلسلے میں فی الحال کویت میں رہائش پذیر تھے۔

کائنات کو اپنی والدہ خورشید بانو کے گھر آئے ہوئے ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔ وہ زمین پر رکھے ہوئے چولہے کے آگے بیٹھی دودھ ابال رہی تھی۔۔

شیران کمرے میں سو رہا تھا۔

خورشید بانو کچھ دیر پہلے ہی ساتھ والی ہمسائی کی عیادت کے لیے گئی تھیں۔

وہ ابھی میر شاہزیب کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی۔ کہ اپنی پشت پر ہونے کسی تیز دھار چاقو کے وار سے اسے اپنا سانس رکتا ہوا لگا۔۔۔

پورے وجود میں درد کی ناقابلِ بیاں لہر دوڑی تو اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا ہوتے ہوئے محسوس ہوا۔۔۔

اس نے ہمت کر کہ اپنے پر حملہ کرنے والے کو دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔۔۔۔

شدید تکلیف کے باعث اس نے اپنی پشت پر ہاتھ رکھا تو وہ بہتے ہوئے خون سے بھر گیا۔۔۔

اس نے کمرے میں دیکھا تو شیران اٹھ چکا تھا اور اس نے یہ ساری کاروائی دیکھ لی تھی۔ اس نے شیران کو اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور گھر سے نکلتا چلا گیا۔

خورشید بانو جب گھر میں داخل ہوئیں تو کچن کے دروازے کے قریب کائنات کے ٹرپے پتے ہوئے خون میں لت پت وجود کو دیکھ کر سر اسیمہ ہوتے ہوئے تیز رفتار قدموں سے اس کے پاس آئیں۔

یہ کیا ہوا؟ کس نے کیا؟؟؟ انہوں نے غمزدہ لہجے میں اسے اس کے وجود کو اپنے ہاتھوں میں لیے پوچھا۔

وہ جو شاید اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہی تھی۔

شاہ۔۔۔۔۔ شاہ۔۔۔۔۔ شاہزیب۔۔۔۔۔ بمشکل اس کی لڑکھڑاتی زبان سے یہ لفظ ادا ہوئے۔

یہ الفاظ ہی اس کی زندگی کے آخری الفاظ تھے جو خورشید بانو کے کانوں میں ثبت ہو کر رہ گئے تھے۔

\*\*\*\*\*

جہاز جب پاکستان کی حدود میں داخل ہوا تو کراچی کے پورٹ قاسم پر رکا۔۔۔۔۔  
سب مسافر اور عملہ باہر نکل گیا۔۔۔۔۔

وہ دونوں بھی سب کے جانے کا انتظار کرنے لگے۔

آس پاس کافی دیر بعد جب کوئی آواز محسوس نہیں ہوئی تو وہ جو چھپے ہوئے تھے انہوں نے  
باہر نکلنے کا فیصلہ کیا۔

شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے پنچھی بھی اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔

وہ دونوں بھی مہارت سے اس میں سے باہر نکل آئے۔

اور زندہ سلامت اپنے ملک پہنچ جانے کا سجدہء شکر بجالائے۔

اب مسئلہ یہ تھا کہ وہ لوگ کراچی سی لاہور کیسے جائیں؟



ان کے پاس تو پیسے بھی نہ تھے۔

ارزم نے دماغ پر زور ڈالتے ہوئے کوئی راہ سوچی۔۔۔

اچانک کچھ یاد آنے پر اس کی بھوری کانچ جیسی آنکھوں میں روشنی بڑھ گئی۔

اس واقعے کے کچھ ہی گھنٹوں بعد میر شاہزیب نے پولیس اسٹیشن جا کر خود ہی سرینڈر کر دیا۔۔۔۔

مجھ سے غلطی ہو گئی۔۔

میں نے بنا سوچے سمجھے اپنی بیوی کا قتل کر دیا مجھے لگا کہ کائنات کو اگر خورشید بانو نے اصلیت بتا دیتی کہ، میر شیران ہمارا حقیقی بیٹا نہیں تو وہ میرے بیٹے کو شاید اس کی بہن حیات کو واپس نہ لوٹا دے۔

اور اس نے میری کچھ شرائط ماننے سے بھی انکار کی تھا بس نشے اور دوستوں کے بھڑکانے پر طیش میں آ کر میں نے یہ غلط قدم اٹھایا میں اپنے اس گناہ پر بہت پشیمان ہوں۔ اس نے تجھانے میں بیان دے دیا۔

\*\*\*\*\*

کمرہء عدالت میں سب موجود تھے جج صاحب نے تمام گواہوں اور ثبوتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے۔۔۔ اور میر شاہزیب کی خود سپردگی کو دیکھتے ہوئے اسے عمر قید کی سزا سنائی۔۔۔۔۔

اس واقع کا پتہ چلتے ہی وہاج احمد کویت سے پاکستان واپس لوٹ آئے تھے۔  
میر نصرت، میر شاہزیب کی بہن جو اپنے بھائی کے لیے کورٹ آئی تھی۔  
باہر نکلتے ہی خورشید بانو کو دیکھتے ہی بولی۔۔۔۔۔  
سات سال کی تو سزا ملی دن رات کو ملا کر۔

دیکھنا میرا بھائی یوں یوں۔۔۔۔۔ اس نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔ باہر آ جائے گا۔  
ایک اور اپیل کی دیر ہے اس کی سزا میں اور کمی ہو جائے گی۔  
اس نے تنفر بھری نظروں سے خورشید بانو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

وہاج احمد جو اس کی باتیں سن رہے تھے ان کے گلجے کو ہاتھ پڑا۔۔۔۔۔ بے شک کائنات ان کی سگی بیٹی نہیں تھی۔۔۔۔۔ مگر انہوں نے اسے اپنے سگے بچوں سے بھی بڑھ کر چاہا۔  
وہ اُلٹے قدموں واپس گئے اور جج صاحب کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔  
جج صاحب میری بیٹی میری کل پونجی تھی جسے اس بے رحم نے مجھ سے چھین لیا۔  
اسے بھی اس دنیا میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔۔۔۔۔ مجھے اپنی بچی کے لیے انصاف چاہیے۔

تب ہی اس کی ٹپتی ہوئی روح کو قرار ملے گا جب اسے سزا ملے گی۔

جج صاحب نے ان کی اپیل منظور کرتے ہوئے میر شاہزیب کو سزائے موت کا حکم سنا دیا۔

وہاں سے باہر نکلتے ہوئے میر شاہزیب خورشید بانو کے قدموں میں گر پڑتا ہے کہ آنسو بہانے لگا۔۔۔

مجھے معاف کر دیں مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔ وہ گر گڑانے لگا۔  
میں اپنے نخت جگر کے قاتل کو معاف کر دو۔

میں ہی جانتی ہوں اپنے بچے کو اپنی آنکھوں کے سامنے ٹپتا دیکھنا کیسا ہوتا ہے۔  
کس مشکل میں تھی وہ اپنے آخری وقت میں  
کیسے اس کا خون بہہ رہا تھا۔

تو نے رحم کیا تھا اس معصوم پر جو میں تجھ پر کروں؟  
انہوں نے نم لہجے میں کہا۔

میری آخری بات سن لیں میر شاہزیب نے ان سے درخواست گزار لہجے میں کہا۔  
میرے دل پر ایک اور بھی بہت بڑا بوجھ ہے جو میں مرنے سے پہلے اتارنا چاہتا ہوں۔  
یہ کہہ کر اس نے جو ایک نیا راز ان پر افشاں کیا۔۔۔۔

تو وہ تاسف سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں ۔۔۔

یہ سننے کے بعد تو تم واقعی سزائے موت کے ہی حقدار ہو۔۔۔ مجھے اپنے فیصلے پر کوئی  
پچھتاوا نہیں۔۔۔ انہوں نے کرب زدہ آوازیں کہا۔

\*\*\*\*\*

اپنی ماں کا ضعیف اور لاغر وجود دیکھ حیات بیگم کے دل کو کچھ ہوا۔  
آپ کو میں نے کتنی بار کہا ہے کہ آپ میرے ساتھ میرے گھر چل کر رہیں مگر آپ بھی  
بچوں کی طرح ضد کرتی ہیں۔ انہوں نے ناراضگی سے کہا  
بس بچے اپنی زندگی کے آخری ایام اپنے گھر میں ہی گزارنا چاہتی تھی۔  
جانے سے پہلے مجھے تم سے ضروری بات کرنی تھی۔ بس اسی لیے تمہیں تکلیف  
دی۔ انہوں نے تھکے لہجے میں کہا۔  
ابھی تو آپ کو اور بھی سو سال جینا ہے ہمارے ساتھ،  
اور ہمارے سر پر سلامت رہنا ہے۔۔۔

حیات مجھے معاف کر دو انہوں نے اپنے دونوں جھریوں زدہ ہاتھ اس کے سامنے  
جوڑے۔۔۔۔۔

آپ ایسے کیوں کہہ رہی ہیں؟ اس نے ان کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے۔۔۔

جو سچائی میں آج تمہیں بتانے جا رہی ہوں اس کے لیے شاید اس بڑھیا کو کبھی معاف نہ کر سکو۔۔۔

آپ اب مجھے پریشان کر رہی ہیں بتائیں کیا بات ہے؟

وہ۔۔۔۔ انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے اپنی بات کا آغاز کیا۔۔۔

ایسی کیا بات ہے جسے بتاتے ہوئے آپ اتنا جھجھک رہی ہیں؟

اس دن جب تمہاری ڈیلیوری ہوئی تھی۔ آپریشن کی وجہ سے تم بے ہوش پڑی تھی۔۔۔

اس دن تم نے ایک نہیں بلکہ جڑواں بچوں کو جنم دیا تھا۔

حیات نے حیرت سے انہیں دیکھا اسے اس بات کا قطعاً علم نہ تھا کہ ایسا بھی کچھ ہو سکتا ہے۔

میر شاہزیب نے مجھے بتایا تھا کہ کائنات نے مردہ بچی کو پیدا کیا۔۔۔

بس اسکی طبیعت کو لے کر پریشان تھی۔ اور اس کی گود بھرنے کے لیے تمہارے ایک

نخت جگر کو تمہاری بڑی بہن کائنات کی گود میں ڈال دیا۔۔۔

وہ دونوں بچے ہو ہو ایک جیسے تھے بس ایک کی آنکھیں بھوری اور ایک کی سیاہ تھیں بالکل

تم جیسی۔

سیاہ آنکھوں والا تمہارا صرف ایک منٹ بڑا بیٹا اسے میں نے کائنات کی گود میں ڈال دیا۔

سیاہ آنکھوں کے بارے میں سنتے ہی گھر میں موجود ارزم کی آنکھیں ایک جھماکے سے ان کے سامنے لہرائیں۔۔۔

میر شاہزیب نے اس کا نام میر شیران رکھا تھا۔۔۔

میں تمہاری مجرم ہوں۔۔۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دو۔۔۔

ایسا نہ کہیں۔۔۔ شاید آپ کی جگہ اگر میں بھی ہوتی تو شاید ایسا ہی کرتی۔۔۔

کائنات اور میر شاہزیب تو دونوں اس دنیا میں نہیں رہے تو شیران کہاں ہے؟

اسے میر شاہزیب کے گھر والے میرے وہاں پہنچنے سے پہلے جانے کہاں لے گئے۔۔۔

میں بہت ڈھونڈا اسے، ان لوگوں کے بارے میں بہت پتہ کروایا مگر شاید وہ لوگ یہ شہر

چھوڑ کر کہیں اور جا چکے ہیں۔ خورشید بانو نے اس بتایا۔

تو کیا جو اس وقت میرے گھر میں ہے وہ شیران ہے میرا دوسرا بیٹا۔۔۔ ان کے سارے

بدن میں عجب سی خوشی کی لہر دوڑی۔۔۔

اگر وہ شیران ہے تو ارزم کہاں ہے؟ ان کے ذہن میں یہ سوال گردش کرنے لگا۔۔۔

ایک اور بھی بہت اہم بات ایک ایسا راز جو میر شاہزیب نے مجھے اپنے پھانسی لگنے سے

پہلے بتایا تھا۔۔۔

میں بھی جانے سے پہلے وہ بات تمہیں بتا کر اپنے سینے سے بوجھ ہلکا کرنا چاہتی ہوں۔۔۔

ان کی بات سنتے ہی حیات بیگم کا پہلے تو غصے سے رنگ سرخ ہوا پھر تاسف سے سر ہلایا۔۔۔۔

بہت سنگ دل لوگوں سے بھرا ہے یہ جہاں۔۔۔ انہوں نے دھیمی آوازیں سرگوشی کی۔۔۔

اماں جان کی طرف دیکھا جن کی آنکھیں بند تھیں۔۔۔۔  
شاید سو گئیں۔۔۔۔

انہوں نے ان پر لحاف اوڑایا۔۔ اور ان کا ہاتھ کمفرٹر میں کرنا چاہا تاکہ سردی نہ لگے  
مگر ہاتھ ایک دم بے جان لگا۔۔۔۔

اماں جان۔۔۔۔ اماں جان۔۔۔ بہت آوازیں دیں۔  
مگر بے سود۔۔۔۔

اس کی اماں جان اپنے دل سے سارے بوجھ اتارے جہاں فانی سے کوچ کر چکی تھیں۔

\*\*\*\*\*

ارزم نے اپنی شرٹ کے بازو کو فولڈ کرنا شروع کیا تو عیون اس کے اس عمل پر اپنا رخ پھیر گئی۔۔۔۔

اس کی محاحیات بیگم نے اپنے بیٹے کی حفاظت کے لیے سونے کے تعویذ میں کوئی کلام ڈال کر باندھا ہوا تھا۔

اس نے اسے اپنے بازو سے کھولنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔

سنیں۔۔۔ اس نے عیون کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔۔۔ اس کی گرہ نہیں کھل رہی ہے کافی ٹائٹ بندھی ہے۔۔۔

Please help me.

اس نے التجائیہ لہجے میں کہا۔

عیون اس کی مدد کرنے کی غرض سے اس کے قریب آئی

اس کے سفید ورزشی بازو نمایاں ہو رہے تھے۔۔۔ اس نے گرہ کھولنے کی کوشش کی۔

کچھ ہی دیر میں وہ اسے کھولنے میں کامیاب ہو گئی۔

ارزم اور وہ دونوں بازار کی طرف بڑھنے لگے تاکہ وہ اسے بیچ کر واپسی کے کرائے کا انتظام

کر سکیں۔۔۔

\*\*\*\*\*

وہ چاروں لاونج میں بیٹھے شام کی چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

کل میری برتھ ڈے ہے نیناں نے اسے بتایا۔



واو پھر تو بہت مزہ آئے گا۔۔۔ وہ خوشی سے بولا۔۔۔

کل ہم بڑی سی پارٹی رکھیں گے سب کو مدعو کریں گے۔۔۔ ملک جنید نے بھی ان کی بات میں حصہ لیا۔

اسی بہانے نیناں کے ساتھ ساتھ ارزم بھی خوش ہو جائیے گا۔۔۔

چلو کل کے فکشن کے لیے آج تم دونوں کو شاپنگ کروادوں۔۔۔ جنید ملک نے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

چلو چلو جلدی چلو۔۔۔ وہ اٹھا اور نیناں کا بھی ہاتھ تھام لیا۔۔۔ کتنا مزہ آنے والا ہے۔۔۔

بیوی میں تمہارے لیے اچھا سا ڈریس پسند کروں گا۔ اور تم میرے لیے اپنی پسند کا چوز کرنا۔۔۔ اس نے نیناں سے کہا

ملک حشمت اس کی بات سن کر مسکرائے لگے

جلدی جاؤ جنید باہر گاڑی میں تمہارا انتظار کر رہا ہوگا۔۔۔ وہ گاڑی کی کیز لیے کب کا باہر جا

چکا ہے حشمت صاحب نے انہیں آگاہ کیا تو وہ دونوں باہر کی طرف بڑھے۔۔۔۔۔

\*\*\*\*

اسے بیچ کر ارزم نے پیسے لیے اور ریلوے سٹیشن کی طرف آئے۔۔۔۔۔

وہاں سے دولا ہو جانے کی ٹکٹیں لیں۔

اور اور ٹرین میں سوار ہوئے۔۔۔۔

وہ دونوں ایک ساتھ بیچ پر بیٹھے تھے عیون کھڑکی کی طرف اور ارزم اس کے ساتھ۔۔۔ ان کے ساتھ کافی افراد بھی اس کین میں تھے جن میں زیادہ تر مرد ہی شامل تھے ارزم کا شانہ عیون سے ہلکا سا مس ہوا تو وہ تھوڑا اور کھڑکی کی طرف اس سے زرا پیچھے کو کھسکی۔

ارزم اس کی اس حرکت پر مسکرا کر رہ گیا۔۔۔

آدھے راستہ ہوتے ہی ٹرین رکی تو کافی مسافر کچھ کھانے پینے کی اشیاء لینے کے لیے باہر نکل گئے۔

تمہیں بھوک لگی ہے تو کچھ کھانے کے لیے لاؤں؟ ارزم نے اس سے پوچھا۔

نہیں۔۔۔۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

مجھے کچھ بھی کھانے کا دل نہیں کر رہا بس تھوڑی سی پیاس لگی ہے۔۔۔ اس نے جھجھکتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے میں پانی لے کر ابھی آتا ہوں۔۔۔

تم اپنا خیال رکھنا اور کسی بھی اجنبی سے بات مت کرنا۔

اس کے اثبات میں سر ہلاتے ہی۔۔۔۔

ارزم نے باہر کی طرف قدم اٹھائے۔

جاتے ہوئے بھی اسے نظر بھر کر دیکھنا نہ بھولا۔

ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ اسے آخری بار دیکھ رہا ہے۔۔۔۔۔ پھر شاید کبھی بھی دیکھ نہیں پائے گا۔

عمیون نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔۔۔۔

ارزم نے اس کی آنکھوں میں اپنا عکس دیکھا تو پرسکون ہوا۔۔۔

عمیون نے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے جذبات دیکھ کر اس سے نظریں چرائیں۔

\*\*\*\*\*

وہ کمسن ننھا سا وجود، انسان کے روپ میں فرشتہ،

ایک کریانے کی دکان کے تھڑے پر ہوش و حواس سے بیگانہ، بے سدھ پڑا تھا۔ اس کے سرخ و سفید پاؤں دھول اور مٹی سے اٹے پڑے تھے۔ اس جھلسا دینے والی گرمی میں اس کا وجود پسینے سے بری طرح شرابور تھا۔ معصوم چہرے پر آئے پسینے کے قطرے اوس کی مانند لگ رہے تھے۔

پاس سے گزرتے ہوئے شخص نے اس پر ترحم بھری نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

جانے کتنے ہی بے اولاد جوڑے اس نعمت کے لیے ترستے ہیں اور ایک یہ ہے جسے اس دس سالہ اتنے خوبصورت بیٹے کی قدر نہیں۔ اس نے تاسف سے اس کے والدین کے بارے میں سوچا۔

جیسے صدیوں پہلے حسن یوسف کوڑیوں کے بھاؤ بکا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے اس دور میں بھی یہ بات سچ ثابت ہو گئی۔۔۔۔

شیران کو جانے کن کن مصیبتوں کا سامنا اکیلے ہی کرنا پڑا تھا۔  
صبح ہوتے ہی ملک جنید کو حیات بیگم کا فون آیا۔۔۔

وہ انہیں اپنے پاس گاؤں میں آنے کے لیے بول رہی تھیں۔

مگر اس طرح اچانک بلانے کی وجہ بھی نہیں بتائی اور فون رکھ دیا۔

جنید پریشان تو بہت ہوئے ادھر نیناں کی برتھڈے سلبریشن کے انتظامات کرنے تھے اور سب کو مدعو کرنا تھا۔۔۔

اگر نہ کرتے تو ان کا بیٹا ان سے خفا ہو جاتا۔۔۔

اب وہ دوہری مشکل میں گرفتار ہو چکے تھے کیا کریں اور کیا نہ کریں۔۔۔۔

انہوں نے کچھ سوچ کر اسے اپنے کمرے میں بلایا۔۔۔

جی ڈیڈ۔۔ اس نے کمرے میں آتے ہی ان سے پوچھا

بیٹا وہ تمہاری ماما کو میری ضرورت ہے انہوں نے مجھے بھی وہیں بلایا ہے۔۔۔ مجھے وہاں جانا ہوگا۔

تم ناراض تو نہیں ہو گے کہ ہم یہ سالگرہ پھر کر لیں۔۔۔  
 نہیں ڈیڈ کوئی بات نہیں آپ بے فکر ہو کر۔ جائیں یہاں میں ہوں نہ آپ نے ہی تو کہا تھا کہ  
 اب میں بڑا ہو گیا ہوں۔۔۔

اس نے سوچنے کے انداز میں کہا۔  
 میں خود ہی سارے انتظام کر لوں گا صابر بابا کے ساتھ مل کر اس نے ایک گارڈ کا نام لیتے  
 ہوئے کہا۔

بس میں اور نیناں دونوں ہی مل کر سالگرہ کر لیں گے۔۔۔  
 اپنی طرف سے اس نے سمجھداری کا مظاہرہ کیا۔  
 ٹھیک ہے تھینک یو بیٹا۔۔۔ انہوں نے محبت سے اس کا گال تھپتھپایا۔۔۔  
 اور اس کے کمرے سے جاتے ہی جانے کی تیاری کرنے لگے۔۔۔۔۔

\*\*\*\*\*

شام ہوتے ہی نیناں نے وائٹ نیٹ کی خوبصورت میکسی زیب تن کی لائٹ پنک کلر کا گلو سی میک اپ کیے۔۔۔ اپنی تیاری کے آخری مراحل میں چیخس کوہائی لائٹر سے مزید چمکاتی ہوئی۔۔۔ آہستگی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے اسے ہی ڈھونڈ رہی تھی۔

ملک حشمت سونے کے لیے اپنے کمرے میں جا چکے تھے۔

اسے باہر لان میں معمول سے زیادہ روشنی دکھائی دی تو باہر کی جانب بڑھی۔۔۔۔۔

سارے لان کو ریڈ روز سے سجایا گیا تھا دروازے سے باہر لان تک کی راہداری جہاں سے گزر کر اسے آگے جانا تھا وہ راستہ پٹیوں سے بھرا ہوا تھا۔۔۔۔۔

سامنے لان کے درمیان میں جھولار کھ کرا سے سرخ گلابوں سے مزین کیا گیا تھا۔

اسی جھولے کے درمیان میں چاکلیٹ براؤنی ڈیکوریٹیک رکھا گیا تھا۔۔۔۔۔

وہ اس کی طرف بڑھا جس نے نیناں کی پسند کا بلیک جلیز ریڈ شرٹ پر بلیک بلیز رہن رکھا تھا۔۔۔۔۔

نیناں کو اپنے پسند کیے ہوئے ڈریس میں دیکھ وہ مبہوت ہوا۔۔۔۔۔

اس کے قریب آتے ہی اس کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ جھولے کے پاس لایا اور اسے سٹھا کر خود بھی اس کے ساتھ اسی جھولے میں بیٹھا۔ کی

اور نیناں کے ہاتھ میں خوبصورت ریڈ رہن سے سچی پھرمی پکڑائی۔۔۔۔۔

نیناں نے کیک کاٹا تو اس نے تالیاں بجاتے ہوئے پیپی برتھڈے ٹویو میری پیاری، گولو مولو بیوی۔۔۔۔ اس نے ایک لہہ میں گاتے ہوئے اس کے گال کو چٹکی بھرتے ہوئے کہا۔۔۔۔

اس نے گھورتے ہوئے اس کی اس حرکت پر اسے دیکھا۔۔۔۔

کیک کو ٹیبل پر رکھ کر اسے کے پیچھے گیا اور ہولے ہولے اسے جھولا جھلانے لگا۔۔۔۔ نیناں نے سر پیچھے کر کے پہلے آسمان پر موجود ستاروں کو دیکھا پھر اپنے پیچھے کھڑے اس خوبو شخص کو نظر بھر کر دیکھا جس کے چہرے پر ستاروں کے مانند ہی الوہی چمک تھی جو صرف اس کے لیے ہی تھی۔۔۔۔

اس نے نیناں کی پیشانی پر اپنے لب رکھے۔۔۔۔ پھر نرم روئی جیسے گالوں کو اپنے لبوں سے چھوا۔۔۔۔ نیناں نے آنکھیں موندیں۔ آج اس کے تیور نیناں کو معمول سے زرا مختلف لگے۔۔۔۔

جیسے وہ اس وقت بالکل نارمل ہو۔۔۔۔

وہ آہستگی سے اسے اپنی بانہوں میں بھر کر اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگا۔۔۔۔۔ آج تو اس کی چاہت کے انداز ہی نرالے تھے۔۔۔۔ نیناں کو بھی اس کی آغوش میں سکون ملنے لگا۔۔۔۔

وہ آسودگی سے اس کے چہرے پر نظر جمائے اس کی اس قدر قربت پر خود کو سنبھال رہی تھی۔۔۔۔

کیونکہ وہ بھی اپنے ہمسفر کو چاہنے لگی تھی۔

\*\*\*\*

ملک جنید گاؤں پہنچے تو خورشید بانو کے گھر کے باہر لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر پریشان ہوئے

۔۔۔۔

اندر آئے تو سامنے ہی خورشید بانو کی میت دیکھ کر کر غمزدہ ہوئے۔۔۔۔۔

انہوں نے ہی انکی تدفین کے باقی معاملات سمجھالے۔۔۔

حیات کو بھی تسلی دی جو اس قت اپنی ماں کی جانی کے غم سے نڈھال ہو رہی تھی۔

اگلے دن ختم دلا کر گھر واپس روانہ ہوئے۔۔۔

انہوں نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے ایک نگاہ ساتھ بیٹھی حیات پر ڈالی۔۔۔

بس اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا۔۔۔ ان کی اتنی ہی عمر تھی تم بس نے کے لیے دعا کرو اللہ

پاک انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔۔۔

انہوں نے ہلکے سے اپنے سر کو جنبش دی۔۔۔

مجھے تمہیں ایک بات بتانی تھی۔۔۔۔



کیا بات؟ حیات بیگم نے اچنبھے سے ان کی طرف دیکھا۔۔

ارزم کی ضد پر میں نے کچھ دنوں پہلے اس کا اور نیناں کا دوبارہ سے نکاح کروادیا اب نیناں اپنے گھر ہی ہے ارزم کے پاس۔۔۔

یہ کیا کیا آپ نے؟؟؟ حیات نے حیران ہوتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

اب میں نے ایسا بھی کیا کر دیا جو تمہیں اس قدر برا لگ گیا۔۔۔

وہ شیران ہے جس کا نکاح آپ نے نیناں سے کروادیا جبکہ نیناں کا نکاح تو ارزم سے ہو چکا ہے۔۔۔

یہ تم کس قسم کی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔۔۔

پلیز آپ میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریے گا۔

مجھ سے ناراض تو نہیں ہوں گے دیکھیں اس سب میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ مجھے تو کچھ

بھی پتہ نہیں تھا مجھے بھی کل ہی یہ سب پتہ چلا تھا۔۔ حیات بیگم نے ڈرتے ہوئے اپنی

بات کہی۔۔۔

مجھے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تم صاف صاف بتاؤ کہ بات کیا ہے۔ مجھے اب الجھاؤ مت۔۔

تو حیات نے اپنی اماں کی بتائی گئی شروع سے لے کر اب تک کی ساری بات ملک جنید کے گوش گزار کر دی۔

وہ ساری بات سن کر چند لمحے تو ساکت رہ گئے۔۔۔

اتنی بڑی سچائی سے وہ اب تک ناواقف تھے۔۔۔

پلیز میں نے کچھ نہیں کیا انہوں نے کیا۔۔۔

تمہیں صفائی دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھے اپنی شریکِ حیات پر خود سے بھی زیادہ بھروسہ ہے۔ وہ ہماری زندگی کی اتنی بڑی سچائی کبھی بھی مجھ سے چھپا نہیں سکتی تھی۔۔۔ ملک جنید نے حیات بیگم کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اپنے ساتھ کا احساس دلایا۔۔۔

\*\*\*\*\*

جب وہ پانی اور کچھ کھانے کی چیزیں لے کر واپس لوٹ رہا تھا کسی موالی نے اس کے ہاتھ سے سارے پیسے چھین لیے۔۔۔

وہ اس کے پیچھے بھاگا۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ اس کا پیچھا چھوڑ کر واپس ٹرین کی طرف آتا۔۔۔۔۔

ٹرین نے چلنا شروع کر دیا اور اس کے پہنچتے پہنچتے ٹرین کی رفتار میں مزید تیزی آگئی۔۔۔۔۔

سارے پیسے بھی اس کے ہاتھ سے گئے اور ٹرین کے ساتھ ساتھ اس کی رگِ جاں

بھی۔۔۔۔۔

\*\*\*\*

آج ہی حیات اور جنید صاحب گھر پہنچے تھے کچھ دیر آرام کے بعد وہ رات کو سب ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔۔۔ ساتھ ساتھ خبروں پر بھی نظر ڈال لیتے۔۔۔

صوفے کے سامنے پڑی ٹیبل سے پیٹ اٹھا کر کھاتے ہوئے شیران کو کھانسی آئی تو نیناں فوراً اس کے لیے پانی لے کر آئی اور اس کے ہاتھ میں گلاس تھمایا تاکہ وہ پانی پی لے۔۔۔ اور خود بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔۔۔

اسے پانی نہ دو مونگ پھلی کھانے کے بعد پانی پینے سے اور بھی گلا خراب ہو جاتا ہے۔ حیات بیگم نے کہا۔

شیران نے خود تو پیٹ کھانی ترک کر دی مگر پھیل پھیل کر نیناں کے منہ میں ڈالنے لگا۔۔۔ وہ جو سب کی موجودگی سے شرمندہ ہو رہی تھی

اس کی اس حرکت پر اس کی پسلی میں کہنی ماری کے وہ زبردستی اس کے منہ میں نہ ڈالے۔۔۔

نیناں کی اس حرکت پر اچانک اس کے منہ سے قہقہہ چھوٹا۔

کیا کر رہے ہو تم دونوں؟ ملک جنید جو خبریں سننے میں مصروف تھے ان دونوں کی آواز نے ان کا تسلسل توڑا۔

تو انہوں نے غصیلی نگاہ ان پر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

کیا ڈیڈ آپ تو غصہ ہی ہو گئے میں تو اپنی بیوی کی خدمت کر رہا ہوں یہ دیکھیں۔۔۔

اس نے پھر سے زبردستی نیناں کے منہ میں پینٹ ڈالی۔۔۔

یہ بچوں والی حرکتیں کرنا بند کرو اب تم بڑے ہو چکے ہو کل خود ہی تو کہہ رہے تھے انہوں نے اسے کل کی بات یاد دلائی۔۔۔

جی ڈیڈ۔۔ اس نے سر جھکا کر فرمانبرداری کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

اوکے ڈیڈ گڈ نائٹ۔۔۔ وہ جانے کے لیے اٹھا۔۔۔

چلو بیوی اپنے کمرے میں چلیں۔ اس نے نیناں کا ہاتھ تھام کر اسے اٹھانا چاہا۔

رکو!! ملک جنید نے انہیں جانے سے روکا۔

نیناں آج سے تمہارے روم میں نہیں سوتے گی۔۔۔ انہوں نے نیا حکم صادر کیا۔

وہ کیوں ڈیڈ؟ شیران نے پوچھا۔

میں تمہیں جواب دینا مناسب نہیں سمجھتا۔

جتنا کہہ رہا ہوں بس اتنا ہی کرو

نیناں تمہارا سونے کا انتظام دوسرے کمرے میں کروادیا ہے اور ملازم سے کہہ کر تمہارا

سامان بھی اسی کمرے میں رکھوادیا ہے حیات بیگم نے اسے کہا۔

جی ٹھیک ہے اس نے دھیمی آواز میں کہا

یہ کیا ڈیڈ آپ کی بیوی آپ کے ساتھ ایک کمرے میں رہتی ہے تو میری کیوں نہیں اس نے ایک اور سوال داغا۔۔۔

ایسا کرو تم میری بیوی اور اپنی مام کو اپنے کمرے میں سلا لو۔۔۔ اب خوش۔۔۔ بالکل بھی نہیں اس نے جھٹ کہا۔۔۔

آپ کی بیوی میرے ساتھ سونے گی تو کیا میری بیوی آپ کے ساتھ اس سے پہلے کہ وہ اپنی بے تکی بات مکمل کرتا۔۔۔

توبہ نعوذ باللہ۔۔۔ کیسی فضول اور بے تکی باتیں کرتے ہو کبھی اپنا دماغ بھی چلایا کرو۔۔۔ انہوں نے اسے لتاڑا۔۔۔

ملک جنید نے مدد طلب نگاہوں سے حیات بیگم کی طرف دیکھا۔۔۔

شیران رات بہت ہو گئی ہے اب ہمیں

سونانا چاہیے۔۔۔ آؤ چلیں وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کے روم کی طرف بڑھنے لگیں

آج ماما آپ کو سٹوری بھی سنائے گی۔ انہوں نے اس کا دھیان بٹانا چاہا۔۔۔

۔۔۔ مگر وہ بار بار پیچھے مڑ کر نیناں ہی کی طرف دیکھنے لگا۔۔۔

بیوی گڈ نائٹ۔۔۔ اس نے جاتے جاتے اسے ہاتھ ہلا کر کہا۔۔۔

نیناں نے بھی ہاتھ ہلاتے ہوئے مسکرا کر اسے ہائے کہا۔۔۔

\*\*\*\*

کچھ دیر بعد حیات بیگم اس کے سونے کے بعد آرام سے بنا آواز کیے اس کے کمرے کا دروازہ بند کر کے اپنے روم میں آئیں۔

آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں؟

ملک جنید جو بستر پر نیم دراز تھے انہیں سامنے دیکھ اٹھ کر بیٹھ گئے۔

اس پریشانی میں کسے نیند آ سکتی ہے؟

ایک بیٹا بیمار ہے۔

ایک لاپتہ۔۔۔

غلطی سے ایک بیٹے کی بیوی سے دوسرے بیٹے کا نکاح کروادیا۔۔۔

اف! کیا کروں میں؟ میں پاگل ہو جاؤں گا۔۔۔

انہوں نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا جو اس وقت سوچوں کے گرداب میں

پھنسا درد سے پھٹا جا رہا تھا۔۔۔

ابھی فی الحال نیناں اور شیران کو الگ ہی رکھنا بہتر ہوگا جب تک اس مسئلے کا کوئی مناسب حل نہ نکل آئے۔ انہوں نے حیات بیگم سے کہا۔۔۔  
 صحیح کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔ انہوں نے بھی ان کی تائید کی۔

\*\*\*\*\*

میر۔۔۔؟ کیا ہو رہا ہے یہ؟ حیات بیگم جو نیناں کے کمرے میں داخل ہو رہی تھی اسے نیناں کے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے دیکھ کر ان کی تیز آواز پورے لاؤنج میں گونجی۔۔۔ وہ جو جو اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا فوراً اس سے دور ہوا۔۔۔

سب سے پہلا جھٹکا تو نیناں کو لگا۔۔۔۔۔  
 حیات بیگم کا ارزم کو 'میر' کہہ کر بلانے کا۔۔۔  
 مگر یہ سوچ کر نظریں جھکائے ہوئے کھڑی رہی شاید پیار سے اس کے گھر والوں نے اس کا کوئی نام رکھا ہوگا۔۔۔۔۔  
 www.urdu novels mania.com

یہ میر نہیں ہے۔۔۔۔۔ ملک ہے۔۔۔۔۔  
 اس کا نام میر شیران نہیں۔ ملک شیران ہے۔۔۔۔۔  
 دوبارہ سے یہ غلطی مت دوہرا نا۔۔۔ انہوں نے حیات بیگم کو تنبیہ کی۔

میر شیران۔۔۔۔۔ میر شیران۔۔۔۔۔ میر شیران یہ نام اس کے دماغ میں گردش کرنے لگا اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہوا۔۔

آنکھوں کے سامنے پھر سے اندھیرا چھانے لگا۔۔۔ اس سے پہلے کے اس کا وجود زمین بوس ہوتا ملک جنید کی مہربان مضبوط بانہوں نے اسے سہارا دیا۔۔۔

\*\*\*\*\*

ملک جنید نے ڈاکٹر حریہ کو فون کر کہ اس کی کنڈیشن کے بارے میں بتایا تو انہوں نے اسے اپنے کلینک لانے کے لیے کہا۔۔۔۔

\*\*\*\*

ارزم نے اسی سٹیشن پر رات گزار دی پھر واپسی کے لیے اس کے پاس پھر سے کوئی رقم نہ تھی۔۔۔

عیون نے لاہور سٹیشن پہنچ کر وہاں سے ایک ایک رکشہ کو ہاتھ دے کر روکا۔۔۔۔۔ اس میں موجود رکشہ ڈرائیور تھوڑا عمر رسیدہ اور مہذب لگا۔۔۔۔

انکل مجھے جامعہ جانا ہے۔۔۔

پیسے میں وہاں پہنچ کر دوں گی پلیز۔۔۔ اس نے گزارش بھرے لہجے میں کہا۔



ٹھیک ہے بیٹا بیٹھ جاؤ وہ کوئی شریف النفس آدمی تھا جس نے اس کی بات مان لی تھی۔  
اس نے پھر جامعہ کا راستہ بتایا۔

کچھ دیر میں جامعہ اشرفیہ کے ہاسٹل کے سامنے رکتے ہی اس نے سکون کا سانس لیا کہ اب وہ اپنی منزل پر پہنچ چکی ہے۔

ہاسٹل میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے کمرے کا رخ کیا پھر وہاں سے اپنی سیونگزمیں سے کچھ رقم نکال کر باہر آئی اور کرایہ ادا کرنے کے بعد شکریہ ادا کیا۔۔  
\*\*\*\*

تین دن تک ارزم نے اسی سٹیشن پر کھلی کا کام کیا۔۔ سب کا سامان اٹھا کر اس نے کرائے کی رقم جمع کی اور پھر لاہور کی جانب روانہ ہوا۔۔۔  
سچ کہا ہے کسی نے جو گھر کے لاڈلے ہوتے ہیں زندگی انہیں ضرور کسی بڑی آزمائش میں مبتلا کرتی ہے۔  
www.urdu novels mania.com

جیسے ملک ارزم توحید، جسے دنیا کی ہر سہولت میسر تھی ان کچھ ماہ میں اس نے جن آزمائشوں کا سامنا کیا اس نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اسے ایک دن یہ سب بھی کرنا پڑے گا۔۔۔  
وہ واپس گھر پہنچا ابھی گھر سے کچھ دور رکشہ رکتے ہی اس نے اپنے گھر کے گیٹ کی طرف نظریں جمائیں۔۔۔

گھر کا گیٹ کھلا تو اس میں سے اس کے بابا ملک جنید کی گاڑی باہر نکلی۔۔۔  
 ڈرائیونگ سیٹ پر اس کے بابا اور ساتھ والی سیٹ پر اس کی ماما، ان دونوں سے ہوتی ہوئی  
 اس کی نظر جب پیچھے بیٹھے ہوئے نفوس پر پڑی تو پل بھر کہ لیے تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین  
 کرنا ناممکن لگا۔۔۔

ہو بہو اسی کی شکل کا ایک شخص۔۔۔۔۔

اور ساتھ بیٹھی ہوئی۔۔۔۔۔ نیناں۔۔۔۔۔

گاڑی زن سے اس کی نظروں کے سامنے اوجھل ہو گئی۔۔۔۔۔۔۔  
 اس کے قدم لڑکھڑائے۔۔۔۔۔

آنکھوں سے آنسو بے اختیار ہی جاری ہوئے۔۔۔۔۔ جو اس کا چہرہ بھگونے لگے اتنی  
 سختیاں جھیلنے کے باوجود بھی وہ نہیں ٹوٹا۔۔۔۔۔

مگر آج اس کا سینہ بے یقینی سے پوری طرح چھلنی ہو رہا تھا۔۔۔۔۔

آپ کو اپنے بیٹے اور ایک بہرو پیے میں کوئی فرق نظر نہیں آیا۔۔۔۔۔

آپ تو میرے حقیقی والدین تھے آپ نے کیسے یقین کر لیا کسی بہرو پیے پر؟  
 کیسے اس اجنبی کو میری جگہ دی؟

اس گھر میں رہنے والے مکین تو اپنی دنیا میں خوش ہیں۔۔۔۔۔

کسی کو بھی میری ضرورت نہیں یہاں پر۔۔۔

کیا میرا وجود اتنا ارزاں تھا؟

مجھے کسی کی بھی پہچان کی کوئی ضرورت نہیں اب میں اپنی پہچان خود بناؤں گا۔۔۔

اس نے شکستہ قدم واپس موڑے۔۔۔۔۔

\*\*\*\*

وہ سب شیران کو لے کر ڈاکٹر حریہ کے کلینک میں آئے۔۔۔

جس بچے کا مذاق اڑایا جاتا ہے وہ بزدل بن جاتا ہے۔۔۔

جس بچے کو مار پیٹ کی جاتی ہے اس کی صلاحیتیں دب کر رہ جاتیں ہیں۔۔۔۔

ان پر بہت تشدد کیا گیا ہے۔۔۔۔۔ مار پیٹ کی گئی ہے۔۔۔ ابھی مجھے اس نے صرف اتنا

بتایا ہے کہ اس کی ماما کا نام کائنات اور بابا کا نام جہانزیب ہے۔

کچھ واقعات جو اس پر بیٹے تھے ان میں سے چند ایک ہی بس میں ابھی تک پتہ کر پائی

ہوں۔ اس نے ملک جنید اور حیات کو بتایا۔

یہ ہمارا بیٹا شیران ہے بچپن میں اسے میری والدہ نے اسے میری بہن کائنات کو دے دیا

تھا اس کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد اس کے گھر والوں نے ہی ضرور اس کے

ساتھ بد سلوکی کی ہوگی۔۔۔۔۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی حالت پر غم لہجے میں کہا۔

یہ کب تک ٹھیک ہوگا؟ حیات بیگم نے بے چینی سے ڈاکٹر حریہ سے پوچھا۔  
کافی امپروینٹ آئی ہے مگر ابھی بھی کچھ ایسا واقعہ باقی جو اصل میں اس کی اس حالت کا ذمہ دار ہے۔ بس اسی گتھی کو سلجھانے باقی ہے۔

\*\*\*\*

سڑک پر یونی بلا وجہ چلتا جا رہا تھا کہ سامنے سے آنکھوں میں پڑتی ہیڈلائٹس کی چند ہیا دینے والی روشنی سے وہ کچھ بھی دیکھ نہ پایا اور ایک تیز رفتار گاڑی کی جاندار ٹھوکر سے وہ اچھلتا ہوا دور جاگرا اور ایک بار تو اس کا پورا وجود ہل کر رہ گیا۔

کار میں سے ایک شخص برآمد ہوا۔۔۔

وہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔۔۔

I am really very sorry.

آپ کو زیادہ چوٹ تو نہیں لگی۔

www.urdu novels mania.com

اس نے معذرت خواہ لہجے میں کہا۔

اور ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھنے میں مدد کی

اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ خوشی اور بے یقینی کی مل جلی کیفیت میں مبتلا ہو کر

تقریباً چلایا۔

ارزم یار تو؟؟؟؟

تو یہاں کیا کر رہا ہے اس طرح رات کے وقت سڑک پر؟ اس نے پوچھا تو ارزم نے بھی اس کی طرف خالی نظروں سے دیکھا۔۔۔

یار تو مجھے ایسے دیکھ رہا ہے جیسے تو مجھے جانتا ہی نہ ہو۔

یار میں سعد خان، تیرا یونیورسٹی فیلو ہم دونوں میں ہمیشہ فرسٹ گریڈ کے لیے کمپیٹیشن رہتا تھا۔۔۔ اس نے اپنے تئیں اس کی معلومات میں اضافہ کرنا چاہا۔

جانتا ہوں میں کچھ نہیں بھولا اس نے مرے ہوئے لہجے میں کہا۔

تیری طبیعت ٹھیک تو ہے؟ سعد نے اس سے پوچھا۔

جو تب سے سڑک کو گھوری جا رہا تھا۔

تمہیں ریسٹ کی ضرورت ہے چلو تمہیں میں تمہارے گھر چھوڑ دوں۔ سعد بولا

نہیں مجھے اس گھر میں واپس نہیں جانا۔ اس نے کرب زدہ لہجے میں کہا

کیا ہوا؟ کوئی بات ہے تو مجھے بتاؤ؟ سعد نے اس سے کہا

مگر ارزم خاموش رہا۔

اچھا اپنے گھر نہیں جانا تو میرے گھر چلو۔

وہ زبردستی اسے اپنے ساتھ لیے گاڑی میں بیٹھا تھا۔

گاڑی سٹارٹ کی اور اپنے گھر کی طرف موڑی۔

\*\*\*\*

سعد خان جو خان کنسٹرکشنز کا مالک تھا۔ اس کا یونیورسٹی فیلو تھا۔

اس گھر والے لندن شفٹ ہو چکے تھے سعد بھی اپنے والدین اور باقی گھر والوں کے ساتھ

لندن میں ہی رہائش پزیر تھا۔ وہ لوگ اپنا زیادہ تر بزنس وہیں سیٹ کر چکے تھے۔

پاکستان میں بھی خان کنسٹرکشنز کے نام سے ان کا بزنس چل رہا تھا جسے دیکھنے کے لیے سعد

خان کبھی بھار پاکستان آ جاتا۔۔۔

دو تین دن بعد جب ارزم کی حالت سعد کو کچھ بہتر لگی تو ناشتے کی میز پر اس نے ارزم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

ارزم مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ دیکھو تم مجھے مطلبی سمجھو گے۔۔۔۔

سچ میں واقعی میں تمہیں دیکھ کر مطلبی ہی ہو رہا ہوں۔

سعد کی اس بات پر ارزم نے اپنی بھوری کانچ جیسی آنکھیں اس پر مرکوز کیں اور پورا

دھیان دیئے اس کی بات سننے لگا۔

تم پہلے اپنا بزنس سمجھا رہے تھے۔ اب اگر تم گھر نہیں جانا چاہتے تو تم فی الحال یہیں رہ

لو ویسے بھی یہ گھر خالی ہی ہے۔ ہم سب تو لندن شفٹ ہو چکے ہیں۔

اصل بات بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو؟ ارزم نے پوچھا  
یار تم تو کبھی غصہ ہی نہیں کرتے تھے چاہے جو بھی ہو جائے یہ اب تمہیں کی ہو گیا ہے؟ سعد  
نے حیرانی سے کہا۔

وقت بڑوں بڑوں کو بدل دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس نے کب سے سامنے رکھے  
ہوئے کھانے بس تب سے الٹ پلٹ ہی کیا تھا ایک لقمہ بھی منہ میں نہ ڈالا تھا۔

سعد نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے ساتھ کا احساس دلایا۔  
یار تمہیں میری جس طرح سے بھی مدد کی ضرورت ہو میں حاضر ہوں۔  
شکریہ۔۔۔ ارزم کے لبوں سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔

میں کل ہی واپس لندن جا رہا ہوں میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے پیچھے تم میرا یہ بزنس سمجھال لو  
پلیز انکار مت کرنا۔۔۔

اس درخواست گزار لہجے میں ملک ارزم سے کہا۔

\*\*\*\*\*

غم، آنسو، پچھتاوے، اس کے اندر کی تنہائی اور جسمانی اذیت ان سب احساسات کی  
شناسائی سے اس کا وجود پوری طرح جل تھل تھا۔

عورت کے آنسو اس لمحے نہیں نکلتے جب اسے کوئی جسمانی تکلیف دی گئی ہو۔ ان لمحات میں دل پر گرتے ہیں جب الفاظ کے تیز دھار نشتر سے اس کی شخصیت پر وار کیے گئے ہوں۔

وہ ساری زندگی ان الفاظ کو نہیں بھلا پاتی۔۔۔  
مگر رات جب بھی اپنی آنکھیں بند کرتی جانے کیوں اس کا وہ مسکراتا ہوا چہرہ اچھم سے اس کی آنکھوں کے سامنے لہرا جاتا۔۔۔۔  
شاید نکاح کے پاکیزہ بندھن کی کشش۔۔۔۔

اس کے دل میں نکاح سے پہلے تک کسی کے لیے بھی کوئی جذبات نہیں تھے۔ اس نے حقیقتاً اسے اپنے بہنوئی کے روپ میں ہی ٹیس میں کھڑے پہلی بار دیکھا۔ دولہے کو دیکھنے کے اشتیاق میں ہی سب دوستیں اسے بھی اپنے ساتھ لیے جمع تھیں۔  
وہ خوبو شخص کسی بھی لڑکی کے خوابوں کے شہزادے سے کم نہ تھا۔

اس انسان سے اتنا مضبوط اور قریبی رشتہ بن جائے گا یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

اس نے کس طرح باحفاظت اسے اس ملک پہنچایا اور شرعی رشتہ ہونے کے باوجود ایک بھی غلط نگاہ اس کے وجود پر نہ ڈالی۔



راستے میں گزرا ایک ایک پل اس کی آنکھوں کے پردے پر کسی فلم کی طرح چلنے لگا۔  
اپنے آپ ہی مسکراہٹ اسکی گلابی لبوں پر گہری ہوئی۔

ہر رات اسے بھول جانے کا عہد کر کے سوتی ہوں،

اور ہر صبح اٹھنے پر اپنے دل اس کے لیے پہلے سے بھی زیادہ محبت محسوس کرتی ہوں، یہ  
عشق کا کونسا مقام ہے؟

کہ اس کے دور ہو جانے کے باوجود بھی محبت ہے کہ پل پل بڑھتی جا رہی ہے۔ کہ اس سوا  
کچھ سمجھائی ہی نہیں دیتا،

کبھی کبھی ہم اتنا بے بس ہو جاتے ہیں کہ چاہ کر بھی کچھ بول نہیں پاتے۔ الفاظ کا سمندر  
ہمارے من میں تلاطم برپا کیے ہوتا ہے،

مگر اسے اپنے اندر دفن کر لیتے ہیں نور عیون نے بھی اپنے جذبات کو ہمیشہ کے لیے خود  
میں ہی دفن کر کے اس کی خیر و عافیت کی دعا مانگتے ہوئے اپنی آنکھیں موند لیں۔

\*\*\*\*\*

دو ماہ جیسے پنچھ لگا کر اڑ گئے۔۔۔۔۔

ملک جنید نے ارزم توحید کی گمشدگی کی رپورٹ پولیس اسٹیشن میں لکھوادی تھی اور ہر  
ہفتے وہاں جا کر پتہ کرتے مگر ابھی تک کچھ بھی پتہ نہ چل سکا۔۔۔۔۔

رات کو سب ڈنر کے وقت ڈائننگ ٹیبل کے گرد بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔۔۔  
 نیناں کچھ دنوں سے ہی اپنی حالت کا خود بھی اندازہ نہیں لگا پا رہی تھی کہ اسے کیا ہو رہا ہے  
 کبھی اسے یونہی بیٹھے بیٹھے چکر آنے لگتے اور اب تو کوئی بھی کھانے کی چیز دیکھ کر ابکائی  
 آنے لگتی۔

اس نے ابھی پہلی بائٹ ہی منہ میں رکھی تو اسے متلی ہونے لگی اسنے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا  
 اور واش بیسن کے قریب بھاگی۔۔۔۔۔  
 اس کی حالت دیکھتے ہوئے حیات بیگم اور شیران بھی اس کے پیچھے آئے جبکہ ملک جنید  
 نے حیران نظروں سے دیکھا۔

کیا ہوا بیوی؟ شیران نے پریشانی سے پوچھا  
 میں ابھی اپنی فیملی ڈاکٹر کو گھر بلاتی ہوں یہ کہتے ہی حیات بیگم فون کی طرف بڑھیں۔  
 ڈاکٹر گھر آئی۔ اور اس نے نیناں کا چیک اپ کیا۔

اور جو خبر انہوں نے جاتے وقت حیات بیگم کو سنائی۔۔۔  
 وہ تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔  
 وہ ڈاکٹر کے گھر سے جاتے ہی واپس نیناں کے کمرے میں آئیں۔  
 سچ سچ بتاؤ یہ سب کیا ورنہ میں۔۔۔۔۔

میں تمہیں ابھی اسی وقت گھر سے نکال باہر کروں گی۔

شیران کی زہنی حالت کا تم اس طرح ناجائز فائدہ اٹھاؤ گی کہ کسی اور کا گناہ میرے بچے کے سر پر تھوپ دو گی۔

تف ہے تم پر۔۔۔۔۔

آپ یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں ماما؟ اس نے اپنے اوپر لگے الزام پر ٹپ کر کہا۔

یہ۔۔۔۔۔ اس نے جھجھکتے ہوئے کہا

یہ بچہ شیران کا ہی ہے۔۔۔ اور اٹھ کر بیٹھتے ہی آنسو بہانے لگی۔

مگر میں نے تو تم دونوں کو تب سے الگ کمروں میں رکھا ہوا تھا۔

نیناں کو اپنی برتھ ڈے کی وہی رات اپنی آنکھوں کے سامنے گھومتی ہوئی محسوس ہوئی جو

ان دونوں نے ساتھ گزری تھی۔ جب وہ بالکل نارمل تھا۔

مگر اس کی بات کا یقین وہ سب کو کیسے دلانے لگی۔ وہ سوچنے لگی۔

میں یہ بات جانتی تھی کہ تمہارا نکاح ارزم کے ساتھ ہوا تھا۔ جو شیران کا جڑواں بھائی ہے۔

غلطی سی ملک صاحب نے تمہارا نکاح شیران سے کروادیا۔۔۔۔۔

جب تک ارزم کی واپسی نہ ہوتی تب تک کس فیصلے پر پہنچنے کے لیے تمہیں اس سے دور

رکھا تھا۔

ابھی بھی وقت ہے مجھے سچ بتاؤ یہ سب کیا ہے؟ وہ کسی بھی طور کچھ سمجھنے کو راضی ہی نہ تھیں۔

"ارزم سے اس کا نکاح پہلے ہوا ہی نہیں تھا" یہ سچائی بتا کر وہ مزید انہیں اپنے آپ سے بد ظن نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اس کے چپ رہنے نے ان کے غصے کو مزید ہوا دی۔  
وہ نیناں کو بازو سے کھینچتے ہوئے باہر نکالنے لگیں۔

شیران نے جب یہ منظر دیکھا تو اس کا سر بری طرح سے چکرانے لگا۔۔۔۔  
اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھاما۔

\*\*\*

وہ زور زور سے چلانے لگا۔۔۔۔  
www.urdu novels mania.com

چھوڑ دو۔۔۔۔ چھوڑ دو میری ماما کو۔۔۔۔

اپنے سر کو تھامے پوری طرح کانپ رہا تھا۔۔۔

کچھ دیر بعد چیزیں اٹھا کر ادھر ادھر پھینکنے لگا۔۔۔۔ وہ

کسی کے قابو میں ہی نہیں آ رہا تھا۔۔۔۔

اچانک ایک زوردار چکر سے وہ زمین بوس ہوا۔  
 حیات بیگم کو تو نیناں کی بھول کر اپنے بیٹے کی فکر ہوئی۔  
 وہ اسے چھوڑ شیران کی طرف متوجہ ہوئیں۔  
 جو نہ جانے کون سا پرانا واقعہ یاد آنے پر اس طرح اشتعال میں آچکا تھا۔  
 شیران کی بری حالت دیکھ کر ملک جنید کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے وہ اور حیات بیگم دونوں  
 اسے فوراً ہسپتال لے گئے۔

\*\*\*

اس واقعہ کو گزرے چند ماہ پھر سے بیت گئے۔۔۔  
 شیران ایک ماہ ہسپتال میں زیر علاج رہا۔  
 ڈاکٹر حریرہ کی ٹریٹمنٹ کے بعد یہ پتہ چلا کہ شیران کو  
 اس کے بچپن کے وہ واقعات یاد آرہے تھے جب اس کے والد  
 میر جہانزیب اور اس کی دادی اس کی ممانعت پر الزام  
 تراشی کرتے تھے اسے برا بھلا کہتے تھے اور پھر اس کے باپ  
 نے جو طیش میں آکر اس کی ممانعت کی جان لی۔  
 شیران نے وہ سارا واقع اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

جس نے بچپن سے ہی اس کے معصوم ذہن پر گہرا اثر چھوڑا تھا۔  
ارد گرد کے ماحول میں جب بھی ایسا کچھ ہوتا دیکھتا۔۔

تب ہی وہ واقعہ اس کی آنکھوں کے پردوں کے سامنے لہراتا۔  
اس کی ٹریٹمنٹ کے بعد اب وہ کافی حد تک نارمل ہو چکا تھا۔

\*\*\*\*

محبت ہمیشہ پہلی ہوتی ہے اگر کوئی کہے کہ دوسری دفعہ پھر سے محبت ہوئی ہے تو ہو سکتا ہے  
کہ اسے پہلی بار محبت ہوئی ہی نہ ہو۔

انسان کے کورے دل پر جو نام ایک بار نقش ہو جائے وہ تا عمر رہتا ہے۔۔۔  
پہلی محبت ہمارے دل کے نہاں خانوں میں پنپنتی رہتی ہے۔

محبت انسان کو ایسے بے بس کر دیتی ہے جیسے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے ہوں۔ اور یہ  
کہو کہ لو اب بندھے رہو تا عمر اسی تکلیف سے۔

محبت وہ واحد چیز ہے جو مانگنے سے نہیں ملتی خریدنے سے نہیں ملتی۔  
کسی کی منت کرنے سے نہیں ملتی۔

جس کو دینی ہوتی ہے وہ ایک لمحے میں آپ کی جھولی بھر دے گا۔

اور جس کو نہ دینی ہو اس کے پیچھے آپ تا عمر بھی خوار ہوتے رہیں وہ آپ کو نہیں ملے گی۔

ارزم کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔

ہم تو سمجھے تھے اک زخم ہے بھر جائے گا

کیا خبر تھی کہ رگ جاں میں اتر جائے گا۔

پروین شا کر کا یہ شعر اس وقت اس کے دل میں چھپے ہوئے جذبات کی بھرپور عکاسی کر رہا تھا۔ وہ آنکھیں موندے اس رگ جاں کے ساتھ گزرے ہوئے تمام قیمتی پلوں کو پھر سے محسوس کرنے لگا۔

اس کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آتے ہی دل کو تھوڑا قرار ملتا۔ اس نے اپنا فیصلہ رب پر چھوڑ دیا تھا اگر وہ اس کے مقدر میں لکھ دی گئی ہے تو وہ اسے ضرور ملے گی۔ اسے بس صحیح وقت کا انتظار تھا۔

آج درانی کنسٹرکشنز کی ایک اہم میٹنگ تھی۔  
جس میں بہت سی کمپنیوں نے ٹینڈر بھرا تھا۔

مگر دو کے نام سر فرست تھے۔

ملک کنسٹرکشنز اور خان کنسٹرکشنز۔

ملک جنید میٹنگ روم میں پہنچے تو سب اپنی اپنی نشستوں پر براجمان ہو چکے تھے۔

ان کی نظر سب پر سے ہوتی ہوئی اس پر گئی تو وہ نظروں میں حیرانگی سمونے اسے دیکھنے لگے۔۔۔۔

جبے کب سے ڈھونڈ رہے تھے آج وہ ان کی نظروں کے سامنے تھا۔  
مگر وہ کمرے میں موجود سکرین پر نظریں جمائے ہوئے ایسے ظاہر کر رہا تھا جیسے نہ تو اس نے اپنے باپ کو دیکھا اور نہ ہی اسے انہیں دیکھنے میں کوئی دلچسپی ہے۔  
جیسے وہ ان کا کچھ بھی نہیں۔ انہیں جانتا بھی نہیں۔۔۔ وہ اس کے چہرے کے اجنبی  
تاثرات دیکھ کر رنجیدہ ہوئے۔۔۔۔

ان کا دھیان اس وقت بس اسی پر تھا۔  
اور یہ تسلسل تالیوں کی گونج سے ٹوٹا۔۔۔۔  
یہ کانٹریکٹ خان کنسٹرکشنز کو مل چکا ہے جسے ارزم توحید کی سربراہی حاصل ہے۔  
اس کے نام کے ساتھ ملک نہ سن کروہ اور بھی آبدیدہ ہوئے۔۔۔  
مگر اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے اٹھے اور اس کی طرف بڑھے۔۔۔۔  
بہت بہت مبارک ہو۔

انہوں نے اپنا ہاتھ ارزم کی طرف بڑھایا۔



جس پین سے ارزم نے ابھی کانٹریکٹ پیپرز پر سائن کیے تھے وہی پین اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گرا۔۔۔۔۔

یہ حرکت اس نے جان بوجھ کر کی تھی۔۔۔۔۔

وہ پین اٹھانے کے لیے نیچے کی جانب جھکا۔۔۔۔۔

آنکھوں میں تیری نمی کو ہولے سے صاف کیا تاکہ کسی کو کوئی شک نہ ہو۔

پین کو اٹھا کر ٹیبل پر رکھا اور پھر فرنٹ پاکٹ میں سے گاگلز نکال کر اپنی بھوری آنکھوں میں سے اڈتے جذبات کو چھپانے کے لیے اسے آنکھوں پر لگایا۔

اور ملک جنید کے آگے بڑھے ہوئے ہاتھ کو پوری طرح نظر انداز کیے۔۔۔۔۔

اس نے سیٹ کی پشت سے اپنا کوٹ اتار کر اپنی بازو پر ڈالا اور تیز رفتار قدموں سے روم سے باہر نکل گیا۔۔۔۔۔

www.urduNovelsMania.com

ملک جنید کو اس کی یہ بے اعتنائی بری طرح لکھی۔۔۔۔۔

وہ ان سے ایسا کیوں برتاؤ کر رہا ہے؟

ان سے ایسا کیا ہوا جو اس قدر اپنے گھر والوں سے بدظن ہے؟

کیوں اسی شہر میں ہوتے ہوئے ان سے دور ہے؟

کیوں اس کی آنکھوں اور رویے میں اتنی اجنبیت محسوس ہوتی؟

وہ یہی سب سوچتے ہوئے سخت آبدیدہ ہوئے اور پاس رکھی چیر پر بیٹھتے چلے گئے۔۔۔

\*\*\*\*

ملک ارزم توحید نے دوبارہ سے اسلامی جماعت کے سربراہ سے رابطہ کیا تو وہ سب بھی کسی نہ کسی طرح پاکستان واپس پہنچ چکے تھے۔

سب کی الگ الگ کہانی تھی کہ وہ سب کیسے پہنچے۔

جامعہ میں آج ایک تقریب تھی جس میں کسی نے تلاوت قرآن پاک میں حصہ لیا کسی نے حمد میں، تو کسی نے نعت میں،

مختلف موضوعات پر تقاریر بھی کی جانی تھی۔

مہمان خصوصی کے طور پر جامعہ کے سربراہ نے ارزم توحید کو مدعو کر رکھا تھا۔ وہ سب کے سامنے اس کی شخصیت پیش کرنا چاہتے تھے کہ کیسے وہ اپنے بزنس کے ساتھ ساتھ اشاعت دین میں بھی حصہ لیتا ہے۔

دین اور دنیا کو ہم ایک ساتھ کیسے اچھی طرح کے کر چل سکتے ہیں۔

ارزم نے پہلے تو یہ کہہ کر انہیں منع کر دیا کہ میں اس قابل نہیں۔۔۔ پلیز آپ چیف گیسٹ کے طور پر کسی اور کو مدعو کر لیں مگر انہوں نے اس کی ایک نہ سنی۔

ان کے پر زور اصرار پر آخر کار اسے ماننا ہی پڑا۔

وہ سیٹج پر آیا۔۔۔

بلیک تھرمی پیس سوٹ، بلیک ہی شرٹ اور گرے ٹائی لگائے نک سک تیار کھڑا ہوا اپنی بات کا آغاز کرنے لگا ہی تھا کہ اس کی نظر سامنے فرسٹ روم میں بیٹھی ہوئی ایسی شخصیت پر پڑی کہ

سارے الفاظ ہی اس کے منہ میں گم ہو کر رہ گئے۔۔۔

تخیر سے اس نے اس کی طرف دیکھا معاکہ جو بھی اس نے دیکھا یہ سب سچ ہے یا اس کی نظروں کا محض ایک دھوکہ۔۔۔۔۔

چوبیس گھنٹے اس کے خیالوں میں رہنے والی اس کی نسوں میں خون بن کہ بہنے والی اس کی رگ جاں اس کے سامنے تھی جس کی ہر پل مل جانے کی دعا کی تھی۔  
عیون نے جب اسے سیٹج پر دیکھا تو اپنی نشست چھوڑ کر وہاں سے باہر کی جانب بھاگتی ہوئی نکل گئی۔

اس سے پہلے کہ وہ اسے پھر سے کھودے۔ وہ بھی بھاگنے کے انداز سے اس کے پیچھے باہر کو لپکا۔

باہر آ کر کر دیکھا مگر وہ کہیں بھی نظر نہیں آئی۔

وہ دیوانوں کی طرح ادھر ادھر بھاگنے لگا اسے ڈھونڈنے کی پوری کوشش کی۔

مگر وہ رگ جاں جانے کہاں چھپی تھی؟

وہ ایک بار پھر ٹوٹ کر بکھرا۔۔۔۔۔

وہ تو اس کا نام بھی نہیں جانتا تھا۔

کیا کہہ کر اسے پکارے؟....

وہ امید ہوتا ہوا گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔۔۔۔۔

وہ جو دیوار کے پیچھے چھپے اس کی حالت بخوبی دیکھ چکی تھی۔۔۔۔۔

ہمت ہی نہ ہو پارہی تھی کہ اس کے سامنے جاتی۔

وہ اس کی زندگی میں نہ جانے کا فیصلہ کر چکی تھی

جبے وہ چاہ کر بھی بدلنے کی ہمت نہیں کر پارہی تھی۔

وہ بھی سسکتی ہوئی آنسو بہانے لگی۔۔۔۔۔

\*\*\*\*

آپ کی محبت اتنی کمزور تھی کہ آپ نے مجھے پہچانا تک نہیں اپنے سگے بیٹے کو؟ اس نے تلخ

لہجے میں کہا۔

تم پوری بات نہیں جانتے اس لیے ایسا کہہ رہے ہو۔۔۔۔۔ ملک جنید بولے۔۔۔۔۔

میں کیسے یقین کر لوں آپ کی کسی بھی بات کا؟  
 کیا ہمارا رشتہ اتنا کمزور تھا کہ کسی تیسرے فریق کے آجانے سے وہ ٹوٹ جاتا۔  
 ہمارا سالوں کی محبت میں باندھا گیا رشتہ کیا اتنا کمزور لگا، اس قدر کچاکہ وہ یوں ٹوٹ جاتا جیسے  
 تم نے توڑا۔۔۔۔۔

انہوں نے بھی شکوہ کیا۔

تم ایک بار میرے پاس آتے تو صحیح۔۔۔۔۔

سچ کیا ہے یہ جاننے کی کبھی کوشش بھی کی؟۔۔۔۔۔

کبھی جو ہماری نظریں دیکھتیں ہیں وہ آدھا سچ ہوتا ہے پورا نہیں۔

تم نے پورا سچ جانے بغیر ایک غلط فہمی کے بنا پر اپنے والدین سے سارے رشتے ہی ختم  
 کر ڈالے۔۔۔۔۔

تمہیں پتہ نہیں کہاں کہاں ڈھونڈنا تھا میں نے تمہیں ہم کتنا ٹھپیں ہیں تمہاری جدائی میں۔

آپ کو نہیں پتہ آپ کے بنا میں نے بھی موت جیسی زندگی گزاری ہے۔ آج اتنے ماہ کا

دل میں بھرا غبار اس نے بھی ان کے سامنے نکالا۔

کبھی ناخن سے بھی ماس جدا ہوا ہے

تو بچہ اپنے والدین سے کیسے ہوگا؟

انہوں نے اس کی پیشانی پر بکھرے ہوئے بالوں کو پیار سے ٹھیک کیا تو وہ بھی آگے بڑھ کر ان کے گلے لگ گیا۔۔۔۔

ان دونوں کے دلوں میں جمی کثافت آنسوؤں سے دھلنے لگی۔۔۔۔

تم نے جبے گھر میں دیکھا تھا وہ تمہارا جڑواں بھائی ملک شیران ہے۔۔۔۔

اور پھر انہوں نے اسے شیران کے پیدا ہونے سے لے کر اب تک کی ساری بات بتائی۔ اس کی پہلے کی زہنی حالت کے بارے میں بھی بتایا۔

کہ اب وہ ٹھیک ہو چکا ہے۔

ملک جنید نے کسی سے کہہ کر خان کنسٹرکشنز کے حالیہ اوٹارزم کی رہائش کے بارے میں پتہ کروایا تھا۔

اور اس کی خبر ملتے ہی خان ہاؤس میں آئے تو وہاں ہی ان کی ملاقات ارزم سے ہو گئی۔

ارزم نے کل انہیں واپس اپنے گھر آنے کے بارے میں تسلی دی تو وہ اس سے کل

ضرور واپس آنے کا وعدہ لیے وہاں سے لوٹ گئے۔

\*\*\*\*

ہر انسان کی زندگی میں ٹرنگ پوائنٹ ضرور آتا ہے۔

جس کے بعد اس کی زندگی مکمل طور پر تبدیل ہو کر رہ جاتی ہے مگر اس کی زندگی کا یہ ٹرننگ پوائنٹ دوسری بار آیا تھا۔

پہلی بار جب وہ اپنی والدین سے جدا ہوا تھا اور دوسری بار جب وہ اپنے حقیقی والدین سے ملا

اس گھر میں آنے کے بعد اس کی زندگی یکسر طور پر تبدیل ہو گئی تھی۔  
اس پتہ ہی نہیں تھا وہ گھر اسکا اصل گھر نہیں وہ رشتے جھوٹے تھے۔ اس کی منزل تو یہ گھر تھا۔

اس گھر کے مکین اس کے اپنے تھے سچے تھے۔

ایک خیال آتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

بابا مجھے اپنے دوسرے والدین کی قبر پر جانا ہے۔

آج کتنے سالوں بعد ان کی قبر پر جانے کی خواہش نے دل میں کروٹ لے کر بیدار ہوئی۔

اس وقت ملک جنید نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

شیران اب تو مغرب ہونے والی ہے۔

تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟

رات اس طرح قبرستان میں نہیں جانا چاہیے۔

انہوں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

کچھ نہیں ہوتا مجھے بابا۔۔۔۔۔

وہاں قبروں میں موجود تو لوگ تو بہت بے ضرر سے ہوتے ہیں وہ باہر نکل کر مجھے کیا نقصان پہنچائیں گے۔

اس کا دل اپنی ماکائات کی موت پر جس طرح سے اس کے بابا جانا زیب نے وہ سب کیا تھا، یاد آتے ہی اس کا دل دھاڑیں مار مار کر رونے کا کر رہا تھا۔

بیٹا وہ تو آپ کی نانی اماں کے گاؤں میں ہی مدفون ہیں۔

اور وہ تو یہاں سے کافی دور ہے ہم سب کل جائیں گے پھر ان تینوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھیں گے۔

وہ ان کی بات مان کر بیٹھ گیا۔

مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے؟ شیران نے ان کی طرف غور سے دیکھا۔

آپ کا ایک جڑواں بھائی ہے ملک ارزم توحید کل وہ گھر آ رہا ہے۔

مجھے امید ہے آپ دونوں کو ایک دوسرے سے مل کر بہت اچھا لگے گا۔

ہم۔۔۔ اچھا لگے گا۔ شیران بولا



بابا! نیناں کہاں ہے؟ اس نے ہسپتال میں زیادہ تر اس کے بارے میں ہی سوچا تھا۔  
 مگر اس سارے عرصے میں وہ ایک بار بھی اس سے ملنے نہیں آئی۔  
 اور جب سے وہ گھر لوٹا تھا۔ اا کے سامنے آنے سے بھی گریز برت رہی تھی۔  
 جانے وہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟

وہ اپنے کمرے میں ہوگی۔ ملک جنید کی بات اس کے کانوں میں سنائی دی تو وہ بولا  
 کیا میں جاؤں اس کے پاس؟  
 اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔  
 انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے اسے اجازت دی  
 ہاں جاؤ۔۔۔۔۔

urdu  
novels mania  
www.urdu novels mania.com

\*\*\*\*

مجھے معاف کر دیں ارزم میں نے آپ کو جان بوجھ کر کو تکلیف دی ہے اس کی ذمہ دار  
 صرف میں ہوں ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجیے گا۔  
 وہ روتے ہوئے تکیہ بھگونے لگی۔  
 ارزم کے ساتھ گزرے پل اس کی آنکھوں کے پردوں میں لہرانے لگے۔

جب اس نے اسے ساتھ لیے جمپ لگائی۔۔۔۔۔  
 جب اسے پانی کی تیز لہروں سے بچا کر اپنی بانہوں میں بھرا تھا۔۔۔  
 اس کی زرا اسی طبیعت خرابی پر اسکی دیکھ بھال کی تھی۔  
 وہ جتنا بھی رشک کرتی اس مہربان پر اتنا ہی کم تھا۔

\*\*\*\*

تمہیں پتا ہے آج میں کس سے ملا؟  
 جنید ملک نے حیات بیگم کو دیکھتے ہوئے کہا۔۔  
 کس سے؟  
 اپنے بیٹے ارزم سے۔۔۔  
 سچ!۔۔۔  
 کہاں ہے وہ؟ آپ اسے ساتھ کیوں نہیں لائے۔۔۔  
 انہوں نے خوشی سے بھرے لہجے میں کہا۔۔۔  
 کل آئے گا وہ واپس اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔۔۔  
 پھر انہوں نے حیات بیگم کو ارزم کے خفا ہونے کی وجہ بتائی۔۔۔۔۔

\*\*\*\*\*

اسلام و علیکم! ارزم توحید کی آواز سن کر سب لاونج کے دروازے سے اندر آتے ارزم کی طرف متوجہ ہوئے۔

ملک جنید تیز قدموں سے چلتے ہوئے اس کے قریب گئے۔۔۔ اور پاس جاتے ہی اسے اپنے بازوؤں میں بھر لیا۔۔۔۔

حیات بیگم نے اتنے عرصے بعد یوں اچانک اپنے بیٹے کو سامنے دیکھا تو اپنا جزبات پر قابو نہ پا پاتے ہوئے رونے لگیں۔۔۔ ارزم ان کے پاس آکر ان کے ساتھ لگا تو انہوں نے ڈبڈبائی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اس کا گال تھپتھپایا۔۔۔ اپنی ماما کو چھوڑ کر بھلیوں بھی کوئی جاتا ہے۔۔۔ انہوں نے مصنوعی ناراضگی سے کہا۔

اب آگیا ہوں ناب کہیں نہیں جاؤں گا۔۔۔۔ اس نے نرمی سے کہا۔۔۔

نیناں تو اسے سامنے کر دیکھ عجیب سی کیفیت میں مبتلا ہو گئی۔۔۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟

ارزم نے نیناں پر نظر پڑتے ہی تیز آواز میں کہا۔۔۔۔

شیران جو اپنے کمرے سے باہر آ رہا تھا ہوا اپنے جیسے انسان کو سامنے دیکھا۔۔۔ تو اسے یاد آیا کل ہی بابا نے بتایا تھا میرے جڑواں بھائی کے بارے میں۔۔۔۔۔  
ہیلو برو۔۔۔۔۔ شیران نے ارزم کے قریب آتے ہی پیار سے کہا۔۔۔۔۔  
شیران کو دیکھ ارزم خوشی سے اس کے گلے لگا۔۔۔۔۔  
دونوں بھائیوں کو اکٹھا دیکھ حیات بیگم کی آنکھیں ایک بار پھر خوشی سے جھلملانے لگیں۔۔۔۔۔

مام ہم دونوں میں سے بڑا کون ہے؟ ارزم نے سے پوچھا۔

شیران بڑا ہے۔۔۔۔۔ ملک جنید نے کہا۔۔۔۔۔

نیناں نے وہاں نے فی الوقت وہاں سے کھسکنے میں ہی عافیت جانی۔  
رکو کہاں جا رہی ہو تم؟ ارزم نے نیناں کو یوں جاتے ہوئے دیکھا تو کہا  
وہ وہیں رک گئی اور پلٹ کر ہر اسان نظروں سے دیکھنے لگی۔۔۔۔۔  
www.urdu-novelsmania.com

یہ کیسے بات کر رہے ہو تم اپنی بھابی سے؟ شیران نے ارزم کو تیکھے انداز میں کہا۔۔۔۔۔  
تم دونوں چپ کر جاؤ۔۔۔۔۔

ملک جنید ان دونوں کو مزید کچھ بھی کہنے سے روکا۔۔۔۔۔

شیران میری بات زرا تحمل سے سننا۔۔۔۔۔ جنید صاحب نے بات شروع کی۔

ارزم کا نکاح نیناں سے پہلے ہو چکا تھا۔۔۔  
 یہ بات تھی یا گویا ہم تھا جو اس کی سماعتوں پر گرا تھا۔۔۔۔  
 یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ بابا۔۔۔  
 شیران نے حیرانگی سے کہا۔

جب تم مجھے ملے تو میں تمہیں ارزم ہی سمجھ رہا تھا۔  
 اس لیے میں نے تمہاری ضد اور کنڈیشن کو دیکھتے ہوئے تمہارا نکاح دوبارہ نیناں سے  
 کروانے میں کوئی قباحت محسوس نہ کی۔

یہ ہمیں بعد میں پتہ چلا کہ تم شیران ہو ارزم نہیں۔۔۔  
 نیناں کے لیے اب فیصلہ کرنا ہو گا امام صاحب کے پاس جا کر کہ نکاح پر نکاح ہو چکا ہے تو  
 کیا کیا جائے۔۔۔۔

نیناں جو کب سے ان کی باتیں سر جھکائے ہوئے سن رہی تھی۔  
 اس کے صبر کا باندھ ٹوٹنے لگا۔۔۔

اسے لگا اگر آج اس نے سچ نہیں بتایا تو اس کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔۔۔  
 مجھے معاف کر دیں آپ کی بات یوں درمیان میں کاٹنے کے لیے۔۔۔  
 اس نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔۔۔

مجھے آپ سب کو کچھ بتانا ہے۔۔۔

اس کی بات پر سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

وہ دراصل میرا نکاح پہلے ارزم کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔۔۔

میرا نکاح اس گھر میں آنے کے بعد شیران سے ہی ہوا تھا۔۔۔

میں صرف شیران کی ہی منکوحہ ہوں۔۔۔

اس نے سر جھکائے ہوئے۔۔۔ نم لہجے میں کہا۔

بابا میں نہیں جانتا کہ اس کی بات میں کتنی سچائی ہے۔۔۔

مگر یہ میری بیوی تو کسی صورت نہیں ہو سکتی۔۔۔

ارزم نے ملک جنید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اب یہ بات تم ہی بتا سکتی ہو کہ میرا نکاح کس سے ہوا تھا؟ ارزم نے بے چینی سے

پوچھا۔۔۔

میری بہن نورِ عیون سے۔۔۔۔

اس نے دھیمی آواز میں کہا

وہی جو ہمارے گھر میلاد پر آئی تھی نا؟ ارزم نے پھر سے سوال کیا۔۔۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔

ارزم کے رگ و پے میں سکون سا اترنے لگا۔۔۔۔۔

بابا ماما میں نے آپ کو جس کا رشتہ امام صاحب کے گھر لے جانے کے لیے کہا تھا یہ وہی ہے۔۔۔ اور میرا نکاح بھی اسی سے ہوا ہے۔۔۔

آپ اندازہ نہیں لگا سکتے آج میں کتنا خوش ہوں۔۔۔

اس نے سب کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔۔۔

شیران خاموشی سے وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔۔

اور جاتے جاتے شکوہ کناں نگاہ انزل پر ڈالنا نہ بھولا۔۔۔۔۔

نیناں کو پتہ چل چکا تھا وہ اس سے اتنی بڑی بات چھپانے سے ناراض ہو کر چلا گیا ہے۔۔۔۔۔

وہ اسے جاتے دیکھ دل مسوس کر رہ گئی۔۔۔۔۔

کیا نام ہے اس کا؟

حیات بیگم نے پوچھا۔۔۔۔۔

اس کا نام نورِ عیون ہے۔۔۔ بابا پیار سے اسے پری کہتے تھے۔۔۔

اب کہاں ہے؟ کچھ پتہ ہے تمہیں ارزم نے پوچھا۔۔۔

وہ۔۔۔ وہ اس نے جھجھکتے ہوئے اپنی بات کہی۔

نانی اماں نے اسے بابا کی وفات کے بعد گھر سے نکال دیا تھا۔۔۔

اس نے شرمندگی بھرے لہجے میں کہا۔

پلیزی یاد کر کہ بتاؤ کوئی ایسا رشتہ دار یا دوست جس کے پاس وہ جا سکتی ہے۔۔۔

ارزم نے اسے سوچنے کے لیے کہا۔

وہ چند لمحے خاموش رہی پھر بولی رشتہ دار تو کوئی بھی نہیں۔ مگر ایک دوست تھی۔۔۔

کیا نام تھا اس کا۔۔۔

یہ کہہ کر وہ سوچنے کے انداز میں بولی۔۔۔

صبا زاہرا۔۔۔

ارزم کے منہ سے بے اختیار نکلا۔۔۔

اب کی بار چونکنے کی باری حیات بیگم اور

ملک جنید کی تھی۔۔۔

وہ اپنی بے اختیاری پر نخل سا ہوا۔۔۔

پھر اس نے اپنی ایران میں ہوئی اس سے حادثاتی ملاقات میں چند ایک باتیں بتا دیں۔۔۔

کہ وہاں پر اس سے ملاقات کے دوران اس نے اپنی دوست صبا زاہرا کا نام لیا تھا کہ وہ ان

کی فیملی کے ہمراہ وہاں آئی تھی۔۔۔



اس کا کوئی ایڈریس یا فون نمبر ہے آپ کے پاس۔۔۔؟

ارزم نے نیناں سے پوچھا۔۔۔۔

اس نے کچھ یاد آتے ہی اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔

\*\*\*\*

وہ اپنے کمرے میں لیٹا چھت کو تنکتے ہوئے نیناں کی باتوں پر غور کر رہا تھا۔۔۔۔

کیا کر رہا ہے میرا بیٹا۔۔۔۔۔

حیات بیگم نے اس کے کمرے میں آتے ہوئے پوچھا۔۔۔۔

وہ انہیں سامنے دیکھ کر اٹھ بیٹھا۔۔۔۔

کچھ نہیں ماما۔۔۔ اس نے روکھے انداز میں کہا

پھر اتنا خاموش کیوں ہے؟

کچھ نہیں ماما بس سر میں درد ہے۔۔۔۔۔  
www.urduNovelsMania.com

اس نے کنپٹی کو اپنی پوروں سے مسلتے ہوئے کہا۔۔۔۔

لاؤ میں اپنے بیٹے کے سر کی مالش کرتی ہوں دیکھنا کیسے جھٹ سے ٹھیک ہو جائے گی

درد۔۔۔

انہوں نے اتنے پیار سے کہا کہ شیران انکارنا کر سکا۔۔۔۔

وہ اٹھ کر ان کے قریب کارپٹ پر بیٹھ گیا۔۔۔

حیات بیگم آتل سے اس کے سر میں مساج کرنے لگیں۔۔۔۔

آہستہ آہستہ اسے اپنے سر کی جکڑیں ہونیں رگوں میں سکون محسوس ہونے لگا۔۔۔

اس نے اپنی آنکھیں موند لیں۔۔۔۔

سر ان کے گھٹنوں پر رکھ دیا۔۔۔۔

اور ان کا ہاتھ تھام کر عقیدت سے چوم لیا۔۔۔

تھینک یو مام۔۔۔۔

اس نے پیار سے کہا۔۔۔

Anything for you my son..  
And mama loves you a lot....

انہوں نے اس کے سر کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔۔۔۔

\*\*\*\*\*

رات میں کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سب اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔۔۔

نیناں نے ڈنر کے دوران بھی شیران سے بات کرنا چاہی مگر وہ خاموش رہا۔۔۔

دروازے پر دستک ہوئی تو شیران نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔۔۔

سامنے نیناں کو دیکھ کر اس نے دھاڑ سے اسکے منہ پر دروازہ بند کیا۔۔۔۔

شیران کی خاموشی نیناں کا دل چیر گئی تھی۔۔۔۔۔ سست قدم اٹھائے وہ لاؤنج میں آئی تھی اور سامنے صوفہ پر بیٹھی حیات بیگم کو دیکھا جو لبوں پر دھیمی مسکان لیے فون پر کسی سے باتیں کر رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ جواب بھی دے رہی تھی۔

ان کی آنکھوں میں نمی گھلنا شروع ہو گئی تھی، دماغ میں ایک ٹیس سی اٹھی تھی۔۔۔۔۔۔  
اپنے پیروں پر کھڑے رہنا ان کے لیے محال ہو گیا تھا۔۔۔۔۔۔ دماغ کی شریانیں پھٹنے کو  
تھی۔۔۔۔۔۔ اپنا سانس انہیں بند ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

اس سے پہلے وہ زمین پر گرتی حیات بیگم جس نے سر اٹھائے انکی جانب دیکھا تھا وہ فوراً چلا کر اس کی جانب بھاگی اور اسے تھامتا تھا

”نیناں! نیناں!“ اسکی چیخ سن کر سب گھر والے فوراً لاؤنج میں دوڑے آئے تھے  
اپنی بیوی کی یہ حالت دیکھ کر شیران کے ہاتھ پیر پھول گئے تھے۔۔۔۔۔ وہ اپنی ناراضگی  
بھلا کر حیات بیگم سے نیناں کو لیے اپنی باہوں میں اٹھائے وہ فوراً گاڑی کی جانب بھاگا تھا،  
جنید صاحب نے حیات بیگم کو بھی ساتھ بھیجا تھا۔

نیناں بی۔ پی شوٹ کر گیا تھا، ڈاکٹر کے مطابق اس نے کسی بات کا بہت زیادہ سسٹریس لے لیا تھا، اس حالت میں بی۔ پی شوٹ کر جانا اچھی علامت نہیں تھی۔



مانا کہ میں نے آپ کو سچ نہیں بتایا مگر میں نے صرف آپ سے ہی محبت کی ہے۔  
 شیران اپنی ساری ناراضگی بھلائے ہوئے اسے پر شوق نگاہوں سے دیکھنے لگا۔۔۔  
 نیناں ٹھیک تو ہو گئی تھی مگر حیات بیگم سے وہ کھینچی کھینچی سی رہنے لگ گئی تھی۔۔۔۔  
 انہوں نے کبھی نیناں سے برا سلوک نہیں کیا تھا مگر انکا سلوک نیناں سے پہلے دن کی طرح  
 اچھا بھی نہیں رہا تھا۔۔۔۔۔

جب تک نور عیون سے مل کر وہ سچ نہیں جان لیتی۔۔۔ وہ نیناں پر اعتبار نہیں کر پار ہی تھی  
 اسی لیے اس کے جھوٹ سے اس سے خفا تھیں۔

\*\*\*\*\*

گاڑی کے ٹائرز کی چرچڑاہٹ کی آواز سن کر وہ جھٹکے سے پیچھے کو مڑی۔۔۔  
 گاڑی رکی تو دروازہ کھول کر باہر نکلنے والے وجود کو دیکھ کر وہ چونکی۔۔۔  
 اس سے پہلے کہ وہ یہاں سے بھاگتی۔۔۔۔  
 ارزم نے اس کا بازو تھام کر اسے اپنی جانب کھینچ لیا۔۔۔  
 وہ سیدھی اسکے سینے سے ٹکرائی۔۔۔۔  
 چھوڑیں مجھے۔۔۔  
 بیچ سڑک میں مجھے روکنے کا مقصد؟ اس نے تیز آواز میں کہا۔۔۔

سیدھے سیدھے میرے ساتھ چلو یہاں سے ورنہ سب کے سامنے اٹھا کر لے جاؤں گا۔۔۔۔

اس نے عیون کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے تلخ لہجے میں کہا۔  
کہیں نہیں جاؤں گی میں آپ کے ساتھ ساتھ۔۔

سمجھے آپ۔۔۔۔

اس نے انگلی اٹھا کر کہا۔۔۔

بیوی ہو تم میری جب چاہے جہاں چاہے لے جانے کا حق رکھتا ہوں نورِ عیون!  
اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

کس نے کہا یہ آپ سے کہ میں۔۔۔۔؟  
کیا بولو اب چپ کیوں ہو گئی؟  
بولو نا کہ تم میری بیوی ہو یہ مجھے کس نے بتایا۔۔۔

آپ کو میرا نام کیسے پتہ چلا؟

اس نے حیران نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔۔۔

\*\*\*\*

تم نے تو مجھے زرا سا بھی شک نہیں ہونے دیا ہمارے رشتے کا۔۔۔ تمہیں کیا مجھے جس سے بھی پتہ چلا ہو۔۔۔ اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔۔۔۔۔  
وہ دونوں سڑک کے ایک طرف کھڑے ہوئے تھے۔۔۔۔۔  
سب لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے۔۔۔۔۔

میرے ساتھ چلو۔۔۔۔۔ ارزم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی میں بٹھانا چاہا۔۔۔۔۔  
ایک دفعہ کی بات آپ کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی مجھے نہیں جانا آپ کے ساتھ تو نہیں جانا۔۔۔۔۔

اس نے ارزم کی گرفت میں سے اپنا ہاتھ آزاد کروانا چاہا۔۔۔۔۔  
صبا زہرا جو عیون کو لے کر آج بازار جانے والی تھی اسے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آ رہی تھی کہ سامنے عیون اور ارزم کو ساتھ کھڑے دیکھ ان کے پاس آئی۔۔۔۔۔  
اسلام و علیکم دہا بھائی۔۔۔۔۔

صبا نے ارزم کو دیکھتے ہی مذاق سے کہا۔۔۔۔۔  
عیون نے اسے آنکھیں دکھائیں۔۔۔۔۔  
ارزم کو ایسے کہہ کر پرکارنے پر۔۔۔۔۔  
ارزم کے ہلکے گلابی لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔۔۔۔۔

چلو جی اب تو مجھے بھی ثبوت دینے کی کوئی ضرورت نہیں ایک گواہ تو مل گیا ہمارے رشتے کا۔۔۔۔۔

لیکن پھر بھی اگر تم چاہتی ہو کہ میں ثبوت دکھاؤں تو آج میں ہر ثبوت ساتھ لایا ہوں کوئی بہانہ نہیں کام آنے والا تمہارا۔۔۔۔۔

ارزم نے اس کے چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا اور نکاح نامہ دکھایا۔۔۔۔۔

جس پر عیون کے دستخط تھے۔۔۔۔۔

اتنا ثبوت کافی ہے یا اور بھی چاہیے؟

ارزم نے ابرو اچکاتے ہوئے تیکھے لہجے میں کہا۔۔۔۔۔

جس مولانا نے ان کا نکاح پڑھایا تھا ارزم ان سے وہ لے آیا تھا۔

دلہا بھائی میں نے اسے بہت بار سمجھایا تھا کہ آپ کو سچ بتا دے مگر یہ ہے کہ میری سنتی ہی نہیں۔۔۔۔۔ صبا زاہر انے کہا۔۔۔۔۔

ایک اور بات کل آپ کی بیوی کی برتھ ڈے ہے

آپ اس کی سالگرہ پر اچھے سے اس کو منالینا۔۔۔۔۔ کیسا لگا میرا مشورہ؟ صبا زاہر انے مسکرا

کر کہتے ہوئے ارزم سے پوچھا۔۔۔۔۔

کچھ رہ گیا ہے تو وہ بھی بتا دو۔۔۔۔۔



نور عیون نے منہ پھلا کر خفگی سے صبا کی طرف دیکھتے ہوئے اسے غصے سے کہا۔۔۔۔۔  
 ارزم اور صبا دونوں اس کی بات پر مسکرائے بنا نہ رہ سکے۔۔۔۔۔  
 ویسے اطلاعاً عرض ہے کہ کل میری اور میرے جڑواں بھائی شیران کی بھی برتھ ڈے  
 ہے۔۔۔۔۔

ہاں یاد آیا۔۔؟ اسی کے لیے سر پر انز پلان کرنے کے لیے شاپنگ بھی کرنی تھی۔ چلیں  
 اب اکھٹے چلتے ہیں۔۔۔۔۔  
 ارزم نے مشورہ دیا۔۔۔۔۔  
 کوئی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔  
 میں کہیں نہیں جا رہی جس کو جہاں جانا ہے وہ جاسکتا ہے۔۔۔۔۔ اس نے بضد لہجے میں  
 کہا۔۔۔۔۔

تم ایسے نہیں مانو گی۔۔۔۔۔  
 ارزم نے اسے وہیں اڑے ہوئے دیکھا تو آگے بڑھ کر اسے اپنی بانہوں میں بھر لیا۔۔۔۔۔  
 یہ کیا کر رہے ہیں؟ وہ چلائی۔۔۔۔۔  
 ہم پبلک پلیس پر کھڑے ہیں۔۔۔۔۔ سب دیکھ رہے ہیں نیچے اتاریں مجھے۔۔۔۔۔  
 اس نے ارزم کے شانے پر مکے برسائے تاکہ وہ اسے چھوڑ دے۔۔۔۔۔

مگر ارزم ٹس سے مس نہ ہوا اور اسے زبردستی گاڑی میں بٹھا کر ہی دم لیا۔۔۔۔۔

اس کی طرف سے ڈور لاک کر دیا۔۔۔۔۔

پھر خود آکر ڈرائیونگ سیٹ سمبھالی۔۔۔۔۔

آپ بھی آئیں نا ہمارے ساتھ ارزم نے صبا زاہر کو بھی ساتھ چلنے کی پیشکش کی۔۔۔۔۔

اس نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔۔۔

مجھے کباب میں ہڈی بننا پسند نہیں۔۔۔ وہ مسکرا کر بولی۔

آپ لوگ جائیں۔۔۔۔۔ اینڈ بیسٹ آف لک دلہا بھائی۔۔۔۔۔

میری دوست کا اچھے سے خیال رکھیے گا۔۔۔۔۔ صبا زاہر نے جھک کر ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔

جی ضرور۔۔۔۔۔ اینڈ تھینک یو سوچ۔۔۔۔۔ ارزم نے اس کا شکریہ ادا کیا۔۔۔۔۔

یہ میرا کارڈ رکھ لیں اس میں گھر کا ایڈریس ہے کل ہم دونوں کو برتھ ڈے وٹنڈر دینے کے

لیے ضرور آئیے گا۔۔۔۔۔ اس نے کارڈ صبا زاہر کی طرف بڑھایا۔۔۔۔۔

جی ضرور آؤں گی ان شاء اللہ۔۔۔۔۔

اس نے ایک ہاتھ سے کارڈ کو پکڑا اور دوسرا ہاتھ ہلا کر انہیں اللہ حافظ کہا۔۔۔۔۔

تو ارزم نے گاڑی سٹارٹ کر کہ آگے بڑھائی۔۔۔۔۔

ارزم گاڑی چلانے میں مصروف تھا۔۔۔ اور گاہے بگاہے نظر ساتھ بیٹھی نور عیون پر بھی ڈالتا جا رہا تھا۔۔۔۔

جو اضطراب کی کیفیت میں مبتلا ہو کر اپنی مخروطی ہاتھوں کی انگلیوں کو مڑوڑ رہی تھی۔۔۔۔

ارزم نے قدرے تاریک جگہ پر گاڑی روکی۔۔۔۔

کیا ہوا؟ ارزم نے اس کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر پوچھا۔۔۔۔

آپ سمجھ کیوں نہیں رہے۔۔۔۔؟

میں آپ کے ساتھ کیسے جا سکتی ہوں؟ وہاں نیناں ہوگی

میں اپنی بہن کا گھر کیسے خراب کر سکتی ہوں۔؟

ارزم اس کی پریشانی سن کر مسکرایا۔۔۔۔

میں اتنی سیریس بات کر رہی ہوں اور آپ ہنس رہے ہیں۔۔۔۔

اس نے مصنوعی غصے سے کہا۔۔۔۔

یہ پریشانی تھی تو پہلے بتانا تھا نا۔۔۔۔

ارزم کے پاس ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔۔۔۔

اس نے سلکی بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔۔

نور عیون نے خائف نظروں سے اسے دیکھا۔۔۔۔

اس میں پریشانی والی کوئی بھی بات نہیں  
 دراصل ہوا کچھ یوں تھا کہ آپ کی بہن نیناں کی شادی میرے بڑے بھائی شیران سے ہو چکی  
 ہے۔۔۔

یہ بات تھی یا گویا ہم تھا جو ارزم نے اس کے سر پر پھوڑا تھا۔۔۔  
 وہ فق نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔۔۔

ہمارے رشتے کے بیچ اب کوئی روکاوٹ نہیں۔۔۔

ارزم نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے لبوں سے لگایا۔۔۔۔۔

نور عمیون نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا۔۔۔۔۔

اب کی بار ارزم نے خفگی بھری نظروں سے نور عمیون کو دیکھا۔۔۔۔۔

میرے پاس کچھ بھی نہیں آپ کو دینے کے لیے۔۔۔۔۔ اس نے سر جھکا کر کہا

مجھے تم سے کچھ چاہیے بھی نہیں۔۔۔۔۔  
[www.urdu novelsmania.com](http://www.urdu novelsmania.com)

تمہاری وفاؤں اور زندگی بھر کے ساتھ کے علاوہ۔۔۔

ارزم نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔۔۔۔۔

آپ کو جب میرے بارے میں پتہ چلے گا تو آپ بھی مجھے چھوڑ دیں گے۔۔۔۔۔

یہ کیسی باتیں کر رہی ہو؟

آپ کو پتہ نہیں شاید میں بابا کی اصل بیٹی نہیں۔۔۔۔

میرا وجود بے نام و نشان ہے۔۔۔۔

کسی کو بھی کچھ پتہ نہیں میں کون ہوں۔۔۔۔

بابا نے مجھے مسجد کے باہر سے اٹھایا تھا۔۔۔۔

اس نے جھلملائی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کرب سے کہا۔۔۔۔

تمہیں کیا لگا کہ مجھے اس طرح کی کسی بھی بات سے فرق پڑے گا؟

ہمارا رشتہ اتنا کمزور نہیں کہ وہ اس طرح کے چند تیز ہوا کے جھونکوں کی زد میں آ کر بکھر

جائے۔۔۔۔

کئی تیز طوفان بھی آجائیں ناتوان میں بھی سکت نہیں کہ ہمارے اس عالم ارواح میں

باندھے گئے بندھن کو ہلکی سی گزند بھی پہنچا سکے۔۔۔۔

اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔۔۔۔۔

اور تمہارے نام کے ساتھ کیا میرا نام کافی نہیں۔۔۔۔

میرے نام سے ہوگی تمہاری پہچان۔۔۔۔

مسز ارزم توجید۔۔۔۔

بولو قبول ہے۔۔۔۔۔ ارزم نے اس کے گال کو نرمی سے چھو کر پوچھا۔۔۔۔

مگر۔۔۔۔۔ عیون بولی۔۔۔

اف۔۔۔۔۔ اب کونسا اگر مگر رہ گیا۔۔۔۔۔ اس نے جھنجھلاہٹ سے کہا۔۔۔۔۔

آپ کے کیا گھر والے مجھے قبول کر لیں گے؟۔۔۔

اس نے اپنا ایک نیا خدشہ ظاہر کیا۔۔۔۔۔

ان کی تم فکر مت کرو۔۔۔۔۔

سب بہت اچھے ہیں دیکھنا تم سے مل کر سب بہت خوش ہوں گے۔۔۔۔۔

پھر اس نے گھر کے راستے پر گاڑی ڈال دی اب وہ جلد سے جلد گھر پہنچنا چاہتا تھا۔۔۔۔۔

\*\*\*\*

اسلام و علیکم ایوری ون!

ارزم کے لہجے سے ہی اس کی خوشی کا اندازہ ہو رہا تھا۔۔۔۔۔

سب مڑ کر اندر آنے والے ارزم اور اس کے ساتھ ایک خوبصورت سی لڑکی کو

دیکھا۔۔۔۔۔

جو سیاہ عبایا پہنے ہوئے اور سکارف اوڑھ کر سر کو جھکائے ہوئے تھی۔

ہمت کر کہ اس نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھایا اور سب کو مشترکہ سلام کی۔۔۔

ادھر آؤ۔۔۔۔۔

حیات بیگم کی آواز پر وہ ان کے پاس گئی۔۔۔۔۔  
پہلے تو وہ ڈر گئی۔۔۔۔۔

مگر جب دھیرے دھیرے قدم اٹھا کر وہ ان کے قریب پہنچی تو انہوں نے مسکراتی ہوئی  
نگاہوں سے اسے دیکھا۔۔۔۔۔

اس کا خدشہ کچھ کم ہوا۔۔۔

حیات بیگم نے مسکرا کر اسے اپنے ساتھ لگایا۔۔۔  
مجھے تو میری بہو بہت پیاری لگی۔۔۔

کیوں کیا کہتے ہیں ملک صاحب؟ انہوں نے جنید ملک سے پوچھا۔۔۔۔۔  
صحیح کہا۔۔۔

پر ایک بات غلط ہے۔۔۔۔۔ وہ بولے۔۔۔۔۔  
وہ کیا حیات بیگم نے اچنبھے سے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا۔۔۔۔۔

یہ ہماری بہو نہیں بیٹی ہے۔۔۔۔۔

ان کی بات پر سب مسکرانے لگے۔۔۔

نیناں اٹھ کر نور عیون کے پاس آئی۔۔۔

پری ہو سکے تو پلیز مجھے معاف کر دو۔۔۔۔ اس نے نور کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے ڈبڈبائی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پشیمان لہجے میں کہا۔۔۔

میں نے تمہارے ساتھ بہت برا کیا۔۔۔

ایسا نا کہیں آپ۔۔۔ اس نے نیناں کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر نیچے کیا۔۔۔۔

مجھے کوئی گلہ نہیں آپ سے اور نا آپ سے ناراض ہوں شاید میری قسمت میں ہی یہ سب ہونا لکھا تھا۔۔۔۔

دونوں نے ایک دوسرے کے آنسو صاف کیے۔۔۔

ٹینشن! ٹینشن! پلیز!

شیران نے کھڑے ہو کر سب کی توجہ اپنی طرف کراوائی۔۔۔۔

12 بجنے میں صرف آدھا گھنٹہ ہے۔۔۔۔ ہماری سالگرہ میں چلو اب سب جلدی سے تیار

ہو جاؤ ہاں اور برتھ ڈے والے دن نور و نا دھونا۔۔۔۔

ایک اور بات کوئی بھی ہماری برتھ ڈے پر سڑا ہوا منہ نالے کر سب اچھے سے تیار ہو جائیں۔۔۔۔

شیران نے حکم جاری کیا۔۔۔۔

سب اس کی باتوں پر مسکرا نے لگے عمگین ماحول میں اچانک خوشی کی لہر دوڑ گئی۔۔۔



نورِ عیون نے ارزم کی طرف پریشانی سے دیکھا۔۔۔

ارزم نے اشارے سے ابرو اچکاتے ہوئے پوچھا کہ کیا پریشانی ہے؟

آپ مجھے روڈ سے لے آئے مجھے اپنا سامان بھی نہیں لینے دیا۔۔۔۔

میرے پاس کوئی بھی کپڑے نہیں ہیں اب میں کیا پہنوں؟

اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

مگر اس کی یہ آوازیات بیگم کے کانوں سے مخفی نہ رہ سکی۔۔۔۔

اپنی دونوں بیٹیوں کو آج میں جوڈریس دوں گی وہی پہنیں گیں۔۔۔۔

نیناں نے حیران نظروں سے حیات بیگم کو دیکھا۔ جواتنے دنوں سے اس سے بات بھی

نہیں کر رہی تھیں اس سے ناراض تھیں۔۔۔۔

آج خود ہی اپنی ناراضگی ختم کر دی۔۔۔۔

مجھے پتہ ہے کہ تم نے غلط کیا مگر تم نے اچھے بچوں کی طرح معافی مانگ لی اس لیے اب

ایک ماں کا بھی تو فرض بنتا ہے ناکہ میں بھی آپ کو معاف کر دوں۔۔۔۔

اور غلطی میری بھی تو تھی میں نے آپ کو غلط سمجھا۔۔۔۔

انہوں نے مسکرا کر اسے دیکھا تو وہ آکر ان کے گلے لگی۔۔۔۔

iamsorrymama.

اس نے ایک بار پھر سے معذرت کی۔

it's ok my sweet daughter.

انہوں نے بھی شفقت بھرے انداز میں کہا۔۔۔۔

پھر وہ تینوں تیار ہونے کے لیے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

کچھ دیر بعد وہ تینوں تیار ہو کر سیڑھیوں سے نیچے اتر رہی تھیں۔۔۔۔

لاونج کو دیکھ وہ حیران رہ گئیں۔۔۔۔

کیسے چند گھڑیوں میں یہاں کی کاپلاٹ دی گئی تھی۔۔۔۔

ہر طرف پھولوں اور ربڑ سے ڈیکوریشن کی گئی تھی۔۔۔۔

درمیان میں تین لفٹر کا چاکلیٹ آئیس کریم لیک تھا۔۔۔۔

ٹیبل کو بھی بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔

حیات بیگم نے لائٹ فیروز کی رنگ کی ساڑھی۔

نیناں نے پستہ لکڑی ہلکے سے کام والی ساڑھی پہن رکھی تھی۔ ہلکے پھلکے میک میں وہ بہت

پیاری لگ رہی تھی۔

جبکہ نور عیون نے ڈیپ ریڈ لکڑی ساڑھی زیب تن کر رکھی تھی۔

اس کے بار بار نانا کرنے کے باوجود بھی حیات بیگم نے اس کی ایک بھی ناسنی اور اسے یہ ساڑھی پہنا کر ہی دم لیا۔۔۔۔۔

اس نے اپنے لمبے بالوں کو ایک کچھر میں مقید کر رکھا تھا۔۔۔۔۔  
 ساڑھی تو اس نے ڈارک کھر کی پہن لی تھی مگر میک اپ اس نے نیچرل کھر کا کر رکھا تھا۔  
 وہ تینوں تیار ہو کر کھڑی تھیں جنید اور حشمت صاحب دونوں بھی تیار کھڑے تھے بس ارزم اور شیران کا انتظار تھا۔۔۔۔۔

چند لمحوں بعد وہ دونوں تیار ہو کر ایک ہی روم سے باہر نکلے۔۔۔۔۔  
 سب کی نظریں ان دونوں پر تھیں۔۔۔۔۔  
 دونوں نے ایک ہی طرح کے بلیک کھر کے برانڈڈسٹائلش سوٹ پہن رکھے تھے۔  
 دونوں نے ہی اس وقت کلین شوکی ہوئی تھی۔  
 اور سب سے عجیب بات کہ دونوں کی آنکھوں کا کھر اس وقت بلیک تھا۔۔۔۔۔  
 جس سے ہی ان دونوں کی پہچان ہوتی تھی۔  
 شیران کی سیاہ آنکھیں۔ جبکہ ارزم کی بھوری  
 دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔۔۔۔۔

ان کے قریب آ کر رکے دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے آنکھ بٹنک کیں۔۔۔۔

شیران۔۔۔۔ حیات بیگم نے اسے آواز دی تو۔۔۔۔

دونوں بیک وقت بولے۔۔۔۔

جی۔۔۔۔

میں نے شیران کو بلایا ہے۔۔۔۔

میں ہی تو ہوں شیران۔۔۔۔ ایک نے کہا

یہ تم کیا کہہ رہے ہو میں ہوں شیران۔۔۔۔ دوسرا بھی بولا۔۔۔۔

کیوں تنگ کر رہے ہو اپنی ماں کو جنید ملک نے ان دونوں کو دیکھ کر کہا۔۔۔۔

وہ ان دونوں کی شرارت کو سمجھ چکے تھے۔

کیا بابا بچپن میں تو ہم اپنے ہم شکل ہونے کا فائدہ اٹھا نہیں سکے اب تو اٹھانے دیں۔۔۔۔

یار یہ تو مجھے بھی نہیں پتہ چل رہا کہ تم میں سے ارزم کون ہے اور شیران کون ہے؟ حشمت

ملک نے مسکرا کر کہا۔۔۔۔

چلو اب ہمیں بے وقوف بنانا بند کرو اور جلدی سے بتاؤ کہ کون کون ہے؟ حیات

بولیں۔۔۔۔

اچھا چلیں آپ نہیں بتا سکتے تو ان دونوں سے پوچھ لیں شاید یہ دونوں ہمیں پہچان لیں۔۔۔۔

ان دونوں نے مسکرا کر نیناں اور نور عیون کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔  
میرے پاس ایک طریقہ ہے پتہ لگانے کا کہ میرے ہزبینڈ کون ہیں نیناں نے اتراتے ہوئے کہا۔۔۔

اور کیک کٹ کرنے کے لیے جو چھری رکھی تھی وہ پکڑ کر اپنی کلائی پر رکھی۔۔۔۔۔  
چھری کی دھار اتنی تیز تھی اس کی چمک سے ہی اندازہ ہو رہا تھا۔  
یہ کیا کر رہی ہو پاگل ہو تم اگر لگ جاتی تو؟  
شیران نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے چھری نکالی۔۔۔۔۔  
کیا یار بروسار اپلان خراب کر دیا۔۔۔۔۔

ارزم نے آکر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر افسوس سے کہا۔۔۔۔۔  
میرے معصوم سے برو آپ کو پتہ نہیں یہ بیوی ٹائپ جو مخلوق ہوتی ہے نا بہت تیز ہوتی ہے۔۔۔۔۔

ارزم نے رازدارانہ انداز میں اس کے کان کے قریب جا کر کہا۔۔۔۔۔  
کیا کہا آپ نے؟ عیون نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔

میری اتنی مجال کہ میں آپ کے بارے میں کچھ کہوں ۔۔۔

میں آپ کو نکال کر باقی سب کی بات کر رہا تھا ۔۔۔ ارزم مصنوعی طور پر ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا ۔۔۔

اس کی بات پر سب ہنسنے لگے ۔۔۔

خوشیوں بھرے اس ماحول میں کیک کاٹا گیا۔

ارزم، شیران اور نور عیون تینوں نے مل کر کیک کاٹا ۔۔۔

سب نے انہیں باری باری وٹھریں ۔۔۔۔

کافی وقت ہو چکا ہے ۔۔۔ اب تم سب اپنے کمروں میں جا کر آرام کرو۔۔۔ جنید ملک نے کہا۔۔۔

سب اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئے۔۔۔

ارزم عیون کو اپنے کمرے میں لے کر آیا۔۔۔۔

بہت ہی شاندار کمرہ تھا۔۔۔

عیون نے پورے کمرے کو تو صیفی نظروں سے دیکھا۔۔۔

جہازی سائز بیڈ اس کی چاروں اطراف کو قدرتی پھولوں سے آراستہ کیا گیا تھا۔

ڈریسنگ پر کینڈل سٹینڈز پر کینڈل جلائی گئی تھی۔

پھولوں کی مہک سارے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔

ارزم ساری تیاری کرنے کے بعد ہی اسے لینے گیا تھا۔۔۔۔۔

ارزم کے ڈور لاک کرنے پر عیون نے مڑ کر اسے دیکھا۔۔۔۔۔

دل کی رفتار نے تیزی پکڑی۔۔۔۔۔

وہ ہولے ہولے قدم اٹھاتا اس کے قریب آ رہا تھا۔۔۔

ارزم نے پیچھے سے آ کر ایک ہاتھ اس کی کمر میں ڈالتے ہوئے اسے خود سے قریب کیا۔۔۔

اور ایک ہاتھ سے اس کے کچھر میں مقید بالوں کو آزاد کیا۔۔۔۔۔

looking gorgeous...

اس نے خمار آلود آواز میں اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔۔۔

تمہیں پتہ نہیں میں نے تمہیں پانے کے لیے کتنا انتظار کیا۔۔۔۔۔

تم نہیں جانتی جب سے میں نے تمہاری آواز سن اس دل نے بس تمہارے ساتھ کی تمنا

کی۔

تم نے میرے دل کو تسخیر کر لیا۔۔۔۔۔

تمہارے معاملے میں میں اپنے دل کو بہت بے بس پاتا ہوں۔۔۔۔۔

میرے دل کی ہر دھڑکن بس تمہارا نام لیتی ہے۔

میری نیندیں اڑا کر خود کتنے مزے سے سوئی رہی۔۔۔

خود کو مجھ سے اتنی دیر دور رکھا۔۔۔

بہت ظالم ہو تم۔۔۔ کیا تمہیں مجھ پر ترس نہیں آیا۔۔۔

مجھے تنگ کر کہ تمہیں خوشی ملتی ہے کیا؟

اپنے دل سے کہو کہ وہ بھی مجھے اپنا بنا لے۔۔۔ اس نے عیون کا رخ موڑ کر اپنی جانب کیا۔۔۔

اور اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیے بولا۔۔۔

وہ سرخ چہرہ لیے لرزتی خمدار پلکوں سے اس کی دل موہ لینے والی سحر انگیز باتیں سن رہی تھی۔

اس میں تو اب سانس لینے کی سکت باقی نہ تھی۔  
اتنا مشکل مرحلہ اس کی زندگی میں پہلی بار آیا تھا۔۔۔

دل عجب لہہ پر دوڑ رہا تھا۔۔۔

دل تو چاہا رہا تھا کہ وہ ارزم کو بتا کہ وہ بھی اپنے دل میں اس کے لیے کچھ ایسے ہی جزبات رکھتی ہیں لیکن شرم کے مارے زبان کو قفل لگ چکے تھے۔۔۔

اسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ کیسا رسی ایکٹ کرے۔۔۔



ارزم اس کی پل بدلتی ہوئی کیفیت کو اچھے سے سمجھ رہا تھا۔  
اور دلفریب مسکراہٹ سے اسے دیکھنے میں محو تھا۔۔۔۔۔

\*\*\*\*\*

یہ باہر تم نے میرے ساتھ کیا ڈرامہ کیا۔۔۔۔۔

شیران نے نیناں کے کمرے میں آتے ہی پوچھا۔

وہ۔ وہ تو بس ویسے ہی۔۔۔۔۔

وہ اس کی ناراضگی کے ڈر سے نظریں چرا کر بولی۔۔۔۔۔

ٹھیک ہے اب اس کا بدلہ چکانا پڑے گا۔۔۔۔۔ شیران نے شرارتی نظروں سے اسے دیکھا۔۔۔۔۔

اب وہ بدلہ لینے کے لیے کیا کرنے والا۔۔۔۔۔

یہ سوچ کر ہی وہ گھبرانے لگی۔۔۔۔۔  
www.urdu novels mania.com

فرش پر کا کروچ دیکھ کر نیناں نے جھرجھری لی۔۔۔۔۔

شیران اسے مارو پلیر وہ ڈر کے مارے جلدی سے بستر پر چڑھی۔۔۔۔۔

اس کو یوں ڈرتا دیکھ شیران کے چہرے پر مخصوص چمک ابھری۔۔۔۔۔

اس نے فرش سے کا کروچ کو ایک ٹانگ سے پکڑ کر اٹھایا

اور اس کا رخ نیناں کی طرف کیا۔۔۔

دیکھو شیران۔۔۔۔۔ ایسا کچھ مت کرنا۔۔۔۔۔

کیا نہ کرنا سویٹ ہارٹ۔۔۔۔۔ شیران کے چہرے پر تو سنجیدگی تھی پر آنکھوں میں  
شرارت۔۔۔

شیر و آئی لویو۔۔۔۔۔ پلیز۔۔۔۔۔

اس نے پیار بھرے لہجے میں اسے اگلے عمل سے روکنے کے لیے مسکا لگایا۔۔۔۔۔  
یہ کہہ رہا ہے اسے تم سے ملنا ہے۔۔۔۔۔ شیران کا کروچ اس کے جوں جوں قریب لے  
کر جا رہا تھا وہ ڈر کے مارے پیچھے ہوتی جا رہی تھی۔

تمہیں اچھا لگے گا کہ کوئی غیر تمہاری بیوی سے ملے۔۔۔۔۔

نیناں نے اسے جذباتی بلیک میل کرنا چاہا۔۔۔۔۔

ہا ہا ہا۔۔۔۔۔ بہت ہی برا جواز بنایا۔۔۔۔۔ بیوی۔۔۔۔۔ اس نے مسکرا کر کہا۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ اس پر کا کروچ پھینکتا۔۔۔

نیناں کمال ہوشیاری اور تیزی کا مظاہرہ کرتی کمرے سے باہر نکلی۔۔۔

شیران اس کے پیچھے لپکا۔۔۔۔۔

اس نے باہر نکلتے ہی شیران اور کاکروچ دونوں سے بچنے کے لیے ساتھ والے روم کا ڈور ناک کیا۔۔۔

ارزم جو ابھی عیون سے اظہار محبت کے بعد اس کی قربت کو محسوس کرنے کے لیے اسے خود سے مزید قریب کرنے کی چاہ میں تھا۔۔۔۔۔

دروازے کی دستک پر براسا منہ بنا کر اسے کھولا۔۔۔۔

نیناں دروازہ کھلتے ہی تیزی سے عیون کے پاس آئی۔۔۔۔

وہ جو ڈریسنگ کے پاس کھڑی تھی نیناں کو اندر آتے دیکھ پریشانی سے پوچھا۔۔۔

ارزم بھی یوں اچانک نیناں کی آمد پر جی بھر کر بد مزہ ہوا۔۔۔۔

نیناں ارزم کے چہرے پر چھانی کو فت محسوس کر چکی تھی۔

سوری اس وقت آپ کو ڈسٹرپ کیا۔۔۔۔

وہ۔۔۔ وہ دراصل شیران۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ اپنا جملہ مکمل کرتی شیران اندر آیا۔۔۔۔

تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ چلو اپنے کمرے میں۔۔۔۔

شیران نے مصنوعی غصے سے کہا۔۔۔۔

میں نہیں جاؤں گی آپ کے ساتھ ورنہ آپ مجھے۔۔۔۔۔

ورنہ کیا؟ اس سے پہلے کہ شیران کچھ بولتا

بھیا۔۔۔۔ عیون بولی۔۔۔۔

آپ آپنی کویہاں میرے پاس ہی رہنے دیں آج

ارزم نے عیون کی بات پر گھور کر اسے دیکھا۔۔۔

عیون جو تنہائی میں ارزم کی قربت کے ڈر سے نیناں کو اپنے پاس ہی روکنا چاہ رہی تھی۔

ارزم جو کبھی غصہ نہ کرتا تھا۔۔۔

اس بار نور عیون کی بات سن کر اسے شدید غصہ آیا۔۔۔۔

وہ کبرڈ سے اپنا سلیپنگ ڈریس لیے شیران کے ساتھ اس کے روم میں چلا گیا۔۔۔

چلو بروہم دوسرے روم میں سو جاتے ہیں آج ان دونوں کو آپس میں دل کھول کر باتیں

کرنے دیں۔۔۔

www.urduNovelsMania.com

وہ طنزیہ انداز میں کہتا وہاں سے واک آؤٹ کر گیا۔۔۔۔

عیون اس کی ناراضگی کو اچھے سے محسوس کر چکی تھی۔

\*\*\*\*

عیون اور نیناں دونوں کچن میں ناشتہ تیار کر چکی تھیں۔۔۔

سب ناشتہ کے لیے ڈائننگ پر آ چکے تھے۔۔۔

ارزم کونک سک تیار ہو کر نیچے آتے دیکھا تو جنید صاحب نے کہا۔۔۔  
تم کہا جا رہے ہو؟

بابا آفس جا رہا ہوں۔۔۔۔

اس نے مکمل مصروفیت سے اپنے ہاتھ پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھا۔۔۔  
آج ضروری میٹنگ ہے۔۔۔ میں چلتا ہوں۔۔۔

آپ کو پتا ہے کام مزید بڑھ گیا ہے مجھے دو دو آفیس دیکھنے ہیں۔۔۔۔  
کل سے شیران کو بھی اپنے ساتھ لے کے جاؤ آفس اسے بھی کام سکھاؤ۔۔۔۔  
جی ٹھیک ہے۔۔۔۔

کیوں شیران ٹھیک کہنا میں نے انہوں نے سامنے بیٹھے شیران سے پوچھا۔۔۔۔  
جی ٹھیک ہے ڈیڈ میں ضرور اپنے بھائی کا ساتھ دوں گا۔۔۔ شیران نے اٹل لہجے میں  
کہا۔۔۔۔

ارے ناشتہ تو کرتے جاؤ آج تمہاری بیوی نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔۔۔۔۔۔۔  
حیات بیگم نے ارزم کو پیچھے سے آواز لگائی۔۔۔

مجھے بھوک نہیں مام اور میں پہلے ہی لیٹ ہو چکا ہوں۔۔۔۔  
اس نے قدم گھر سے باہر نکالے۔۔۔۔

جاؤ عیون شوہر کو سی آف کر کے آؤ۔۔۔

حیات بیگم نے اسے کہا۔۔۔۔

ان کی بات سن کر وہ تیز قدموں سے باہر نکلی۔۔۔۔

سنیں۔۔۔ آپ ناراض ہیں؟

تمہیں میری ناراضگی سے کوئی فرق پڑتا ہے؟

تم جاؤ اپنی بہن کے پاس اس کے ساتھ وقت گزارو۔۔۔۔

وہ جھپٹتے ہوئے لہجے میں کہتا ہوا گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔۔۔۔

\*\*\*\*\*

عیون اور نیناں کی نانی اماں آج ان کے گھر ان سے ملنے کے لیے آئی ہوئیں تھیں۔۔۔

جب سے وہ اکیلی ہوئیں تھی۔۔۔۔

انہیں عیون کے ساتھ اپنے کیے کیے رویے پر پیشانی ہو رہی تھی۔۔۔

انہیں نیناں فون پر عیون کے بارے میں بتا چکی تھی کہ وہ واپس آ چکی ہے۔

خاص اسی لیے آج وہ ان کے گھر آئیں تھیں۔

عیون سے کئے گئے اپنے رویے پر دل سے معافی مانگی۔۔۔

ان نے ان کی آنکھوں میں سچائی دیکھ کر انہیں معاف کر دیا۔۔۔۔

حیات بیگم جوان کے پاس ہی بیٹھی ہوئیں تھیں۔۔۔  
 بڑے صبر والی بچی ہے۔ میں نے اس پر بڑے ظلم کیے مگر اس کے منہ سے کبھی اف  
 تک نہ نکلا۔۔۔۔

انہوں نے حیات بیگم سے کہا۔۔۔۔

اسے میرے بیٹے نے نور مسجد کی سیڑھیوں سے اٹھایا تھا۔۔۔

اس نے نیکی کی اور میں نے اس کی گئی نیکی کو اس پر ظلم کر کے دریا میں ڈال دیا۔۔۔

نور مسجد کا نام سن کر حیات بیگم کے دماغ میں جھماکا ہوا۔۔۔۔

یہ تو وہی مسجد کا نام ہے جس میں میرے بہنوئی جہانزیب نے اپنی بیٹی کو پیدائش کے دن

چھوڑا تھا۔۔۔ اور اماں نے مجھے بتایا تھا کہ سزائے موت سے پہلے جہانزیب انہیں

بتایا۔۔۔

www.urduNovelsMania.com

اس کا مطلب عیون میری بہن کی بیٹی۔۔۔۔

خوشی کے مارے وہ خود پر ضبط کھو بیٹھی اور رونے لگیں۔ نور عیون اٹھ کر ان کے پاس

آئی۔۔۔

انہوں نے اس کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے پیشانی پر بوسہ دیا۔۔۔

تم میری سگی بھانجی ہو۔ میری بہن کی بیٹی۔۔۔

آج برسوں بعد اپنی بہن کی نشانی کو پا کر وہ بہت خوش تھیں۔۔۔۔

عمیون نے بھی اپنے پہلے سگے رشتے کو پہلی بار محسوس کیا۔۔۔

اس دن تم تینوں کی ایک ہی دن سالگرہ سے بھی میں اندازہ نہ لگا سکی۔۔۔

کہ تم تینوں ایک ہی دن کی پیدائش ہو۔

تم سات ماہ کی تھی جب تم پیدا ہوئی۔۔۔

ارزم اور شیران سے دو ماہ چھوٹی۔۔۔

مگر دکھنے میں تو تم ان دونوں سے کئی سال چھوٹی لگتی ہو حیات نے مسکرا کر کہا۔۔۔۔

جب اماں کو تمہارے بابا جہانزیب میر نے بتایا کہ ان کے گھر مردہ بیٹی نے جنم لیا ہے تو

میرا بیٹا شیران اماں نے تمہاری ماں کی گود میں ڈال دیا۔۔۔۔

اس کے اور جہانزیب دونوں کے اس دنیا سے جانے کے بعد میرے بیٹے شیران ہر

جہانزیب کے گھر والوں نے بہت ظلم کیے۔۔۔۔

اور ہم لاعلم رہے۔۔۔۔

اپنی زندگی کے تجربے سے میں نے یہ سیکھا ہے کہ بے شک کوئی بے اولاد ہو۔۔۔

مگر اپنی اولاد کسی کو نہ دو۔۔۔

جو پیارا ایک سگا ماں باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے وہ اور کوئی نہیں۔۔۔



اولاد رُل کر رہ جاتی ہے۔۔۔ دوسروں کی خواہش پوری کرنے کے لیے ہم اپنی اولاد کی شخصیت کو مسح کر دیتے ہیں۔۔۔

ان کی زندگی میں ایسی کسی رہ جاتی ہے جسے دوسرا کوئی بھی محسوس نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔  
اب میں اپنے بیٹے کو اتنا پیار دوں گی کہ وہ اپنی پچھلی زندگی کے غم بھلا دے۔۔۔ انہوں نے دل میں پختہ عہد کیا۔۔۔

عمیون کو آج اس کی پہچان مل گئی۔۔۔۔۔  
اس نے اپنے رب کا شکر ادا کیا۔۔۔ جس نے بن مانگے اسے سب عطا کر دیا۔۔۔۔۔  
وہ شکرانے کے نوافل ادا کرنے کے لیے وضو کرنے چلی گئی۔۔۔  
رات کے سائے گہرے ہو چکے تھے۔۔۔

سب اپنے اپنے کمروں میں سونے کے لیے جا چکے تھے۔۔۔۔۔  
باہر موسم بھی اگر آلود ہو رہا تھا۔۔۔۔۔ ارزم رات گئے گھر لوٹا۔۔۔۔۔  
عمیون کو اس کی خفگی کے خیال سے ابھی تک نیند ہی نہیں آئی تھی۔۔۔  
کیا کروں کیسے مناؤں انہیں۔۔۔۔۔ اپنے مجازی خدا کو بھی تو منانا تھا۔۔۔ جو اس سے روٹھ چکا تھا۔۔۔۔۔

اس نے کبرڈ سے ایک خوبصورت وائٹ کلر کی فراک اور چوڑی دارپا جامہ نکال کر پہنا جو آج ہی حیات بیگم نے اسے لے کر دیا تھا۔۔۔

لائٹ سامیک کیے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔۔۔

ارزم کمرے میں آیا تو اسے دیکھ کر چونکا۔۔۔

پھر بنا کوئی تاثر دینے چلیج کر کہ لیٹ گیا۔۔۔

عیون نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا۔۔۔

میں تم سے اب کبھی بات نہیں کروں گا۔۔۔۔۔

اس نے عیون کا ہاتھ جھٹک کر سر دلجے میں کہا۔۔۔۔۔

مجھ سے اب دور رہنا"۔۔۔۔۔ اسکا انداز ناراضی والا تھا۔۔۔۔۔ لہجہ معصومانہ۔۔۔۔۔ چہرہ

سنجیدہ تھا۔۔۔۔۔ آنکھیں متفکر۔۔۔۔۔ عیون کچھ سمجھ نہ سکی۔۔۔۔۔ وہ اسے بیٹھ کر دیکھتی

رہی۔۔۔۔۔ ارزم پھولے منہ سے بیڈ پہ لیٹا رہا۔۔۔۔۔

"لیٹ جاؤ"۔۔۔۔۔ رکھائی سے کہا۔۔۔۔۔ عیون فوراً لیٹ گئی۔۔۔۔۔ وہ اپنا رخ دوسری

پلٹ گیا۔۔۔۔۔

کمرے میں کچھ دیر خاموشی رہی۔۔۔۔۔ کھڑکی کے شیشے پہ بارش کے قطرے ٹھہرتے پھر پھسل جاتے۔۔۔۔۔ بارش اب ہلکی ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ وہ نور عیون کی طرف پیٹھ کر کے لیٹا تھا۔۔۔۔۔

نور عیون اسکی پشت دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

"آپ سچ میں اب مجھ سے کبھی بات نہیں کریں گے"۔۔۔۔۔؟؟

وہ اسکی پشت دیکھتی بولی۔۔۔۔۔ ارزم کی آنکھیں کھلی تھیں۔۔۔۔۔ جواب پھر بھی نہ دیا۔۔۔۔۔

"بتائیں نا"۔۔۔۔۔؟؟ وہ اسے بلوانا چاہ رہی تھ۔

"ہاں"۔۔۔۔۔ وہ غصیلے لہجے سے گویا ہوا۔۔۔۔۔ عیون اسکی پشت ہنوز دیکھ رہی

تھی۔۔۔۔۔ آنکھیں نم تھیں۔۔۔۔۔ وہ اتنا ناراض کیوں ہے؟ اب اتنی بھی کیا

ناراضگی؟۔۔۔۔۔ وہ اس وقت کی بے چین مضطرب تھی۔۔۔۔۔

"میرے ہاتھ میں درد ہو رہا ہے" صبح اسے کچن میں کام کرتے ہوئے تیرپھری سے کٹ

لگ چکا تھا

۔۔۔۔۔ اسے اب محسوس ہوا تھا کہ اسکے ہاتھ پہ چوٹ لگی تھی۔۔۔۔۔ جو دکھ بھی رہی

ہے۔۔۔۔۔ نے اپنا ہاتھ ارزم کے بازو پہ رکھ لیا تھا۔۔۔۔۔

ارزم نے اپنا بازو آہستگی سے اٹھایا۔۔۔۔

عمیون کو لگا وہ اب بیڈ سے اٹھ کر چلا جائے گا۔۔۔۔۔ پر اسنے عیون کا ہاتھ بڑی احتیاط سے پکڑا۔۔۔۔۔ اپنے سینے پہ رکھ لیا۔۔۔۔۔ کروٹ ابھی بھی اسکی طرف ہی تھی۔۔۔۔۔

"سو جاؤ گی تو پھر درد نہیں ہوگا آنکھیں بند کرو اور سو جاؤ"۔۔۔۔۔۔۔ وہ اب کی بار کچھ نرمی سے بولا تھا۔۔۔۔۔

"مجھے رونا آ رہا ہے ارزم"۔۔۔۔۔ وہ رندھی آواز سے بولی تھی آنکھوں سے آنسوؤں ٹوٹ کر بیڈ پہ گر رہے تھے۔۔۔۔۔

"اگر روئیں تو میں وہ تھپڑاں مار دوں گا جس سے تم کل کی بچ چکی ہو اس لیے سو جاؤ چپ کر کے"۔۔۔۔۔ وہ برہم سے بولا تھا۔۔۔۔۔

عمیون اسکے قریب ہو گئی۔۔۔۔ اسکے زخمی ہاتھ کو ا رزم نے اپنے سینے سے لگا رکھا تھا۔۔۔ اسکے دل کی دھڑکنیں عیون محسوس کر رہی تھی۔۔۔۔

عمیون کے قریب ہونے سے وہ ہلکا سا مسکایا تھا۔۔۔۔۔ پر کروٹ نہ بدلی۔۔۔۔۔ کیونکہ وہ ابھی اس سے ناراض ہی تھا۔۔۔۔۔ بارش تھم گئی تھی۔۔۔۔۔ کھڑکی کے شیشے پہ بارش کے قطرے مٹنے لگے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ باہر اب یقیناً موسم خوش گوار ہو گیا ہوتا۔۔۔

سوری معافی مانگ تو رہی ہوں۔۔۔

کب تک ملے گی۔؟ اس نے معصومانہ انداز سے کہا۔۔۔

ارزم نے پلٹ کر اس کی سرخ ہوتی ہوئی آنکھوں میں دیکھا اور دھیرے سے ان پر اپنے لب رکھ دئیے۔۔۔

عورت چاہے کتنی ہی مضبوط کیوں نا ہو وہ اپنی زندگی میں ایسا شریک حیات ضرور چاہتی ہے جو یہ جان لے کہ اس کی آنکھیں رونے سے لال ہیں یا ضبط سے۔۔۔۔

ارزم! اس نے ہولے سے سرگوشی مٹا آواز میں کہا۔۔۔

ہم۔۔۔ اس نے ہنکارا بھرا۔۔۔۔

میں بہت خوش قسمت ہوں جو مجھے آپ کا ساتھ ملا آپ ضرور میری کوئی کی گئی نیکی کا صلہ ہیں۔۔۔ شکر یہ میری زندگی میں آنے کے لیے مجھے اپنا نام اور عزت دینے کے لیے۔۔۔۔ عیون نے نرمی سے کہا

www.urduNovelsMania.com

ایک بات تو تم بھول گئی۔۔۔۔ ارزم بولا۔۔۔

وہ کیا؟ اس نے اچنبھے سے ارزم کی طرف دیکھا۔۔۔

محبت۔۔۔۔

اس نے شرم کر سر جھکا یا۔۔۔۔

اب آپ یہ مت سوچنا کہ میں نے آپ کو منایا ہے۔ تو بار بار میں ہی مناؤں گی۔

اگلی بار اگر آپ روٹھے بھی تو آپ کو ہی مجھے منانا ہوگا۔۔۔۔۔

تو تم مجھ سے دور جا کر مجھے روٹھنے کا موقع دینا ہی مت۔۔۔۔ ارزم نے اس کے گال سے اپنا گال مس کر کرکے پیار بھرے لہجے میں کہا۔۔۔

نہیں ہونے دوں گی۔ آپ کو پتہ ہے ناکہ پانے کے بعد کسی کو کھودینا بہت مشکل ہے۔۔۔۔

میں آپ کو اب کبھی خود سے دور نہیں جانے دوں گی۔۔۔

اس کا اتنا پیار اسادہ سا اظہار محبت ارزم کو اندر تک سرشاری کر گیا۔۔۔۔۔

رگ جاں بہت بری ہو تم۔۔۔ ارزم کے لبوں سے شکوہ نکلا۔۔۔

کب سے تمہاری آرزو تھی۔۔۔ جسے میری رگِ جاں نے خود کو مجھ سے اتنی دیر دور رکھ کر مجھ پر ظلم کیا۔۔۔

اس کی بات پر عیون کی کھلکھاہٹ کمرے میں پھیلی۔۔۔

ارزم نے اس کی ہنسی کو محسوس کیا پھر اس کے لبوں پر اپنے لب رکھ کر جدائی میں ملی تشنگی کو مٹانے لگا۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد اسے آزاد کرتے ہوئے اس کی لرزتی خمدار پلوں کی جھللاہٹ کو دیکھ کر مسکرایا۔۔۔۔۔

اس گال شرم سے دہکنے لگے۔۔۔۔۔ ارزم کو عیون کے اس روپ پر اور بھی پیار آیا۔۔۔۔۔

اب دوریاں دیں تھیں تو شدتیں بھی سہو۔۔۔۔۔

اس نے اس کی پلیموں پر چھونک مار کر کہا۔۔۔۔

آپ مجھ سے پیار کرتے ہیں نا؟

اس نے بند آنکھوں سے سوال کیا۔۔۔۔۔

اب کیا ہتھیلی پہ دل نکال کر رکھ دوں تو یقین آئے گا؟

اس نے آنکھیں کھول کر ارض کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔

مگر اس کی خمار آلود بھوری کانچ جیسی آنکھوں میں مچلتے جذبات کی تاب نہ لاتے

ہوئے۔۔۔ آنکھیں میچ گئی۔۔۔

ارزم نے اسے قیمتی متاع کی طرح خود میں بھیج لیا۔

ختم شد